"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

ماہنامہ

خالد

مارچ ۱۹۶۷ء

ربوہ

(ایڈیٹر)
محمد شفیق قیصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۱۳

شمارہ ۵

ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ ؁ — امان ۱۳۴۶ ہش

مارچ ۱۹۶۷ء

ایڈیٹر

محمد شفیق قیصر

نائب

بشیر احمد اختر

سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا

ترتیب

جستہ جستہ

قائدین اور نمائندگانِ شوریٰ خدام الاحمدیہ کی توجہ کیلئے

رسالہ خالد خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان ہے اور مسلسل تیرہ سال سے شایع ہو رہا ہے۔ تقریباً سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ہر سال اس رسالہ کی توسیع اشاعت کے بارہ میں قائدین اور نمائندگانِ شوریٰ یہ وعدہ کر کے جاتے ہیں کہ ہم اس کی توسیع اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے ــــــ لیکن جب وہ مقام اجتماع سے نکلتے ہیں تو الّا ماشاء اللہ باقی سب اپنے ان وعدوں کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ یہ امر بہت ہی تکلیف دہ ہے اور ہمارے لئے لمحۂ فکریہ"!

سالانہ اجتماع ۱۹۶۶ء کے موقعہ پر مجلس شوریٰ نے رسالہ خالد اور رسالہ تشحیذ الاذہان کی توسیع اشاعت کے لئے جو فیصلے کئے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

"خالد و تشحیذ کی خریداری بڑھانے کے لئے قائدین اپنے اپنے حلقہ میں کوشش کریں کہ ہر بچوں والے گھر میں رسالہ تشحیذ ضرور جائے اور زیادہ سے زیادہ خدام رسالہ خالد جاری کروائیں۔ بڑی بڑی شہری مجالس اس طرف خاص توجہ دیں"

اسی طرح محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی قابلِ احترام خواہش کے مدنظر رسالہ تشحیذ الاذہان کی توسیع اشاعت کے لئے ریزولیوشن پیش کیا گیا جسے اراکینِ شوریٰ نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اس ریزولیوشن کا رسالہ تشحیذ الاذہان سے متعلقہ حصہ حسب ذیل ہے:۔

"اسی طرح رسالہ تشحیذ الاذہان کی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں آج سے ہی اپنی جدّوجہد کا آغاز کر دیگی تاکہ آپ کی خواہش کے مطابق اس کی اشاعت کم از کم پانچ ہزار تک ہو جائے"

شوریٰ کے بعد مجالس اور نمائندگانِ شوریٰ نے اس امر کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ــــــ اگر کسی مجلس نے اس طرف کوئی توجہ دی ہے تو مرکز کو اس کا علم نہیں ــــــ کس قدر دُکھ کی بات ہے کہ قائدین اور دیگر عہدیدارانِ مجالس بڑے بڑے وعدے کر جاتے ہیں مگر پھر جب انہیں پورا کرنے کا وقت آتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر قائدینِ اضلاع کے سامنے بھی یہ فیصلہ رکھا گیا تھا اور پھر تمام مجالس کو فیصلہ جات شوریٰ شائع کر کے بھی بھجوائے گئے مگر ابھی تک اس طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہاں میں مجلس ربوہ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے باوجود اپنے وسائل کی کمی کے اور باوجود
کہ مرکز میں رہنے والے احباب مالی لحاظ سے بھی کم استطاعت رکھتے ہیں ہر دو رسائل کی توسیع اشاعت میں
کام کر رہی ہے۔ بالخصوص رسالہ تشحیذ الاذہان کے ایک سو نئے خریدار فراہم کرنے کا انہوں نے وعدہ کیا
میں سے ۵۰ خریدار فراہم کر چکے ہیں۔ اگر دوسری مجالس کے عہدیداران بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنے
عہد کو اپنے پیش نظر رکھیں تو یہ کام مشکل نہیں۔ مجھے امید ہے کہ جملہ عہدیداران اب اس بارہ میں سستی نہ
کریں گے اور اپنی اولین فرصت میں ہر امکانی کوشش کر کے ان رسائل کی توسیع اشاعت میں مرکز کا ہاتھ بٹائیں
اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کی کوششوں میں برکت دے۔

احمدی طلبہ اور امتحان

تعلیمی زاویۂ نظر سے اب "امتحانات کا موسم" شروع ہو چکا ہے۔ ماہ رواں اور اس کے بعد
آنے والے مہینوں میں بورڈ اور یونیورسٹی کی طرف سے متعدد امتحان منعقد ہوں گے۔ ہماری دعا ہے
اللہ تعالیٰ احمدی نوجوانوں کی محنت میں برکت ڈالے اور انہیں اپنے اپنے امتحان میں بہتر کارکردگی کا
کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نمایاں کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ صرف ان امتحانوں میں ہی نہیں بلکہ
کے ہر امتحان میں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخرت کے امتحان میں سرخرو فرمائے۔ کیونکہ سب سے مشکل
کڑا امتحان وہی ہے ؎

چوں می گویم مسلمانم بلرزم　　　کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

احمدی طالب علم اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے بفضلہ تعالیٰ دوسرے عام طلبہ سے ممتاز ہوتے
ہیں، الا ماشاء اللہ۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ، دعا کی قوت پر یقین، محنت کا شوق، علم کی محبت، اساتذہ کا
احترام۔ ان کے علاوہ ایک خصوصیت یہ ہے کہ سچا احمدی طالب علم امتحان میں ناجائز وسائل اور ذرائع
استعمال کرنا معصیت، انفرادی اور قومی بددیانتی اور خوفناک ظلم سمجھتا ہے۔ بدقسمتی سے امتحانوں کو ناجائز
کے استعمال سے "پاس کرنے" کا میلان بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ہر سال نقل اور دیگر خیانتوں کے بیسیوں
ان ایام میں سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ صورت حال بہت ہی افسوسناک ہے۔ احمدی نوجوانوں
زمانے کی اس ذلیل رَو میں بالکل نہیں بہنا چاہیئے۔ اپنی طرف سے بھرپور محنت کریں، خدا تعالیٰ
کے شامل ہونے کی دعا کریں اور پھر نہایت دیانتداری سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے امتحان دیں

نتائج کو محسنِ حقیقی کے فضل و کرم پر چھوڑ دیں۔

نیت کا پھل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ نیک نیت اور پاک ارادے کی برکت سے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں۔ احمدی طلبہ کو اپنی نیت یہی رکھنی چاہیئے کہ وہ علم اور اپنے دیگر وسائل اور قویٰ سے اسلام اور انسانیت کو فائدہ پہنچانا اپنا مقصودِ نظر سمجھتے ہیں۔ دین اور جماعت کی ضرورتوں کو سمجھنا، قومی مفادات کا خیال رکھنا اور تبلیغ اور خدمت کے مواقع سے استفادہ کرنا۔ یہ ایسی راہیں ہیں جن پر چل کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے وارث ہوسکتے ہیں اور ان کی برکات دین و دنیا کو سنوار سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان طلبہ کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور اپنے خاص انعامات کا وارث کرے۔ آمین

میٹرک کے امتحان کے بعد ربوہ میں ہر سال "تربیتی کلاس" منعقد ہوتی ہے جس میں پاکستان کے کونے کونے سے مجالسِ خدام الاحمدیہ کے نمائندے آتے ہیں جن میں اکثریت میٹرک کا امتحان دینے والے طلبہ کی ہوتی ہے۔ اس امتحان میں شامل ہونے والے طلبہ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس مفید اور بابرکت کلاس میں شامل ہونے کا ارادہ کرلیں۔ اُن دنوں میں پرچہ جات جانچے جارہے ہوتے ہیں اور نتائج ابتدائی مرحلے سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ ان ایام میں مرکزِ سلسلہ میں آکر دعاؤں کے مواقع بھی مل جاتے ہیں۔ نوجوان طلبہ حصولِ برکت کے اس زریں موقعہ سے مستفیض ہونے کی نیت کرلیں۔ انشاء اللہ اس نیتِ صالحہ کی برکت بھی امتحان میں شاملِ حال ہوگی۔

قائدینِ مجالس توجّہ فرمائیں

(از مکرم مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس خدّام الاحمدیہ مرکزیّہ)

مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ سنہ ۱۹۶۱ء نے فیصلہ کیا تھا کہ "ہر مجلس جو امداد عطیہ جات جمع کرے خواہ نقدی کی صورت میں ہوں یا جنس کی صورت میں اس کا دس فیصدی مرکز میں بھجوائے تاکہ مرکز میں آنیوالے قابلِ امداد احباب کی صحیح اور مناسب امداد کی جا سکے"۔ امید ہے تمام قائدین کرام اس فیصلہ کی پوری طرح تعمیل کرکے ممنون فرمائیں گے۔

نوٹ:۔ جنس کا بعینہٖ پورا پورا ہونا ضروری نہیں۔ مجبوراً کچھ کمی بیشی ہوسکتی ہے۔

والسّلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد

معارف القرآن

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب

قبولیتِ دُعا کی کلید

حقیقی اضطرار

فَمَنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ۔

یعنی کون ہے جو خدا کے سوا مضطر کی دعا سُنتا ہے اور اس کی تکلیف کو رفع کرتا ہے۔

یہاں جو اضطرار ہے اس کے ساتھ مومن ــــــ کافر ــــــ انسان ــــــ حیوان کسی کی شر[ط]
نہیں ۔ اضطرار کسی مخلوق کو بھی ہو اور وہ چلّائے فوراً قبولیت نازل ہوتی ہے ۔ جانوروں تک کو [کوئی]
سخت سزا دے کر دیکھ لے ایک ذلیل جانور کی چیخ وپکار پر انسانوں پر سزا نازل ہو جاتی ہے اور غری[ب]
جانور کی خلاصی خدا تعالیٰ کرا دیتا ہے ۔

سالہا سال کا ذکر ہے کہ ایک سلوتری مٹھاس یعنی شکر رکھ کر اس میں بارُود ملا دیا کرتا تھا جب
اس پر مکھیاں جمع ہو جاتیں تو ذرا سی چنگاری سے آگ لگا دیتا ۔ بھُر بھُر ہو کر آدھی مکھیاں جل جاتیں اور آدھی
نیم برشت ہو کر وہیں تڑپا کرتیں ۔ اس تڑپنے میں وہ شخص بہت لطف لیا کرتا ۔ یہ اس نے اپنا شغل بنا لیا تھا
اور لوگوں کو بھی یہ تماشا دکھایا کرتا تھا ۔ آخر ایک دن ایک پتنگہ آگ کا بارُود کی تھیلی میں بھی جا پڑا جو
پاس ہی کھُلی پڑی تھی ۔ وہاں آگ پہنچنے کی دیر تھی کہ یک دم ایک شعلہ اور بھبا کا اُٹھا جس نے سلوتری
کو جھُلس دیا اور اُسی سے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا ۔ سب کہنے لگے یہ بھی مکھیوں کے جلنے اور تڑپنے کا
تماشا دیکھا کرتا تھا سو خدا نے ان عاجزوں کی فریاد آج سُن لی ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار ✦

خطباتِ نبوی

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات عالیہ

اتفاق و اتحاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

خدا کی تسبیح و تقدیس کے بعد، ایّھا النّاس!

اپنے رب کی اطاعت کرو اور آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔

کیا تم اس حقیقت سے واقف نہیں ہو کہ جب خدا کی زمین پر ہر طرف ظلمت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور جب خدا پرستی کی جگہ اصنام پرستی ہو رہی تھی تو اخلاقِ انسانی مٹ گئے تھے اور ہر طرف فتنہ و فساد کا طوفان برپا تھا۔ تم نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب یہاں کے باشندے درندوں کی طرح آپس میں لڑتے تھے اور یہ لڑائیاں صدیوں تک جاری رہتی تھیں۔ اس فتنہ انگیزی و خون ریزی کا نتیجہ یہ تھا کہ اہلِ عرب کی دنیا میں کہیں عزت نہ تھی۔ ہر قوم ان کو حقیر و ذلیل سمجھتی تھی۔ جنگ و پیکار، عداوت و دشمنی اور بغض و عناد ان کا امتیازی شعار تھا اور وہ اس بدبختی سے واقف تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے تمہارے حال پر رحم کیا۔ تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ اب تم اس مہربانی کو فراموش نہ کرو اور آپس میں ملے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔

اور اے لوگو! اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب مثل شخصِ واحد کے ہیں۔ اگر اس کی آنکھ میں درد ہو تو تمام جسم کو بے چین ہو جانا چاہیئے اور اگر اس کے سر میں شکایت ہو تو کل بدن کو بے قرار ہو جانا چاہیئے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے مثل بنیاد کے ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے بوجھ اٹھانے میں مدد کرتا ہے اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے پس وہ اس پر ظلم نہ کرے اور اسے تنہا بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روا کرے گا تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دُور کرے گا تو حق تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی تکلیف دُور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اور اے لوگو! جہاں تک ہو سکے، اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کرو اور آپس میں تنازع اور جھگڑے پیدا نہ کرو۔ تمہارا رب تمہیں اخلاص کا حکم دیتا ہے اور فتنہ و فساد اور خون ریزی سے تم کو ممانعت کرتا ہے۔ اور میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک مسلمان نہ ہو۔ اور اُس وقت تک تم مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک

اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

اور اے مسلمانو! بے شک خدائے قدوس نے تم پر احسان کیا کہ تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تمہیں بغض و عناد کی لعنت سے پاک کیا۔ اب تمہارا یہ فرض ہے کہ اس نعمت کی قدر کرو اور آپس میں ایک دوسرے کے ہمدرد اور غمگسار رہو۔ میں نے ابھی یہ کہا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے بمنزلہ بنیاد کے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ ایسی مثال ہے جیسے دیوار ہوتی ہے کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے۔

اور میں تمہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ آپس میں اس طرح متفق ہو کر رہو جس طرح کوئی دیوار ہوتی ہے کہ اس کی ایک اینٹ دوسری کو تھامے رکھتی ہے۔ اور تم جس حال میں بھی رہو ایک دوسرے کے معاون بن کر رہو۔ اور میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر تم متفق ہو کر رہو گے اور ایک دوسرے کی اعانت کرو گے یعنی ایک دوسرے کو سہارا دو گے تو دیوار کی طرح مضبوط رہو گے ورنہ اینٹوں کے ڈھیر کی طرح ہو جاؤ گے جس میں کوئی مضبوطی نہیں ہوتی اور جس کو ہر شخص ٹھکرا دیتا ہے۔ اور تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے وہ ضرور پہنچائے۔ اور میں تم سے پھر یہ کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اس کا طرزِ عمل یہ نہ ہو کہ وہ اپنے لئے جو پسند

کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کر
مطلب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو یہ چاہیئے کہ
ضرور کے کاموں میں اپنے بھائی کو اپنی ذات کی
کرے اور جو بات اپنے لئے ناپسند کرتا ہے
بھائی مسلمان کے لئے ناپسند کرے اور جس حد تک
امکان میں ہے وہ اپنے بھائی مسلمان کو اپنی ذات کی
محبوب رکھے' یعنی جیسی محبت اس کو اپنی ذات سے
ہی اپنے بھائی سے رکھے' اور جیسا سلوک وہ اپنے
کر سکتا ہے ویسا ہی اپنے بھائی سے کرے۔ اور
منافق بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن درحقیقت
وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ
اور اے لوگو! مسلمان کی ہر ایک چیز مسلمان پر حرام
اس کا خون' اس کی عزت اور اس کی آبرو اور اس کا
ان میں سے کسی چیز کو بھی نقصان نہ پہنچاؤ اور انسانی خصلتوں
میں سے دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے بہتر کوئی چیز نہیں
اللہ پر ایمان لانا اور دوسرے مسلمانوں کو نفع پہنچ
اور دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے بدتر کوئی چیز نہیں
خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور دوسرے
مسلمان کو نقصان پہنچانا۔ اور کسی حال میں بھی کسی مسلمان
یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی پر ظلم کرے۔ اور اگر
کا بھائی کسی تکلیف میں گرفتار ہو تو جہاں تک ہو سکے
اس کی اعانت کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ ؎

(باقی آئندہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو لوگ دُنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اُسے پاتے ہیں

دنیا کے پیچھے دوڑنے والے اس سے محروم رہتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"توکل کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی طرف جُھکنے والے کبھی ضائع نہیں ہوتے۔ جو آدمی صرف اپنی کوششوں میں رہتا ہے اس کو سوائے ذلت کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہمیشہ سے سنت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ جو لوگ دنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اس کو پاتے ہیں اور جو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ آخر چندروز مکرو فریب سے کچھ حاصل بھی کر لیں تو وہ لاحاصل ہے کیونکہ آخر ان کو سخت ناکامی دیکھنی پڑتی ہے۔ اسلام میں عمدہ لوگ وہی گزرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پرواہ نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدین رحؒ اور معین الدین رحؒ خدا کے اولیاء گزرے ہیں ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کو ظاہر کر دیا۔"

(بدر ۸ راگست ۱۹۰۷ء)

"اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے مَیں اس کیلئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔"

(بدر ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء)

از مکرم محمد شفیق صاحب انور جامعہ احمدیہ ربوہ

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

گزشتہ شمارہ میں عنوان بالا سے سورۂ نمل کی ایک آیت اور مختلف مفسرین نے اس کی تفسیر میں جو لکھا تھا اسے درج کرنے کے بعد اس زمانہ کے حَکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آیت کی جو تفسیر بیان فرمائی تھی وہ درج کی گئی تھی۔ زیرِ نظر شمارہ میں سورہ "ص" کی آیات ۳۲ تا ۳۴ کی بعض مفسرین نے جو تفسیر بیان کی ہے اسے درج کرنے کے بعد سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے ان آیات کی تفسیر میں جو نوٹ تفسیر صغیر میں دیا ہے وہ درج کیا جا رہا ہے۔ ان آیات کی تفسیر کے تقابلی مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء کو قرآن کریم کا جو علم عطا فرمایا ہے وہ ایسا علم ہے جو کلام الٰہی کے شرف اور اس کے مرتبہ کو ظاہر کرنے والا ہے۔

ہم یہ کالم خالد میں ہر ماہ مستقل شائع کیا کریں گے۔ خدام بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ نہ صرف اس سلسلہ کا بغور مطالعہ فرمائیں بلکہ ایسی نگارشات بھی بھجوائیں۔ ادارہ انہیں شکریہ کے ساتھ شائع کرے گا۔　　(ایڈیٹر)

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝

(اور یاد کر) جب اس کے سامنے شام کے وقت اعلیٰ [illegible] کے گھوڑے پیش کئے گئے۔

تو اس نے کہا میں دنیا کی اچھی چیزوں سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ وہ مجھے میرے رب کی یاد دلاتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے اوٹ میں آ گئے۔

(اس نے کہا) ان کو میری طرف واپس لاؤ (جب وہ آئے) تو وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تھپکنے لگا۔

اس کی تفسیر میں علامہ نسفی فرماتے ہیں:-

"روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق و نصیبین سے جنگ کی تو آپ کو ایک ہزار گھوڑے ہاتھ لگے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو یہ گھوڑے والد صاحب کے ور[illegible]

کے طور پر ملے تھے اور آپ کے والد
صاحب نے یہ گھوڑے عمالقہ سے
حاصل کئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ
یہ پروں والے گھوڑے تھے جو
سمندر سے نکلتے تھے۔ ایک دن نماز
ظہر ادا کرنے کے بعد حضرت سلیمانؑ اپنی
کرسی پر بیٹھے اور خواہش کی کہ گھوڑے
آپ کے سامنے پیش کئے جائیں۔
پس گھوڑے آپ کے سامنے پیش
کئے جاتے رہے یہاں تک کہ سورج
غروب ہوگیا اور آپ کی نماز عصر
جاتی رہی جو کہ فرض تھی۔ اس نماز کے
فوت ہو جانے سے آپ کو بہت
افسوس ہوا اور گھوڑے واپس
لوٹانے کا حکم دیا۔ اور تقرب الٰہی
کے حصول کے لئے ان کی کونچیں کاٹ
دیں اور صرف ۱۰۰ گھوڑے باقی
رہ گئے اور (اب) لوگوں کے پاس
جو گھوڑے ہیں وہ ان گھوڑوں کی
نسل سے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب
آپ نے ان کی کونچیں کاٹ دیں تو
اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بدلہ
میں ہوا عطا کی جو آپ کے حکم کے
ماتحت چلتی تھی۔"

ودھا علیؒ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"آپ نے فرشتوں سے کہا کہ سورج
لوٹاؤ تا کہ میں نماز عصر ادا کر لوں تو
انہوں نے سورج کو لوٹایا۔ تب
آپ نے نماز عصر ادا کی۔ یا یہ ہو سکتا
ہے کہ گھوڑوں کو لوٹانے کا حکم دیا
ہو۔" (تفسیر نسفی جزو چہارم ص ۳۲)

مشہور مفسر محمد بن علی بن محمد شوکانی رقمطراز ہیں:۔

"حضرت سلیمانؑ کو یاد آیا کہ انہوں
نے ذکرِ الٰہی پر اسے (گھوڑے دیکھنے
کو) ترجیح دی ہے یہاں تک کہ نماز
عصر جاتی رہی۔ تب آپ نے گھوڑوں
کو لوٹانے کا حکم دیا تا کہ آپ اس چیز
کو ختم کر کے اپنے نفس کو سزا دیں جس
نے آپ کو ذکرِ الٰہی سے غافل کر دیا تھا۔
اور عبادت الٰہی سے روک کر فرائض
کی ادائیگی سے غفلت میں رکھا تھا۔
یہ کہنا درست نہیں ہے کہ گھوڑوں
کے لوٹانے سے مراد ان کی پنڈلیوں
اور گردنوں سے ہاتھ یا کپڑے کے
ذریعے سے غبار ہٹانا ہے۔
اور اُن لوگوں کے پاس جو یہ کہتے
ہیں کہ ایک نبی سے تلف اموال ایسا
فعل صادر نہیں ہو سکتا۔ کوئی دلیل
نہیں ہے کیونکہ یہ تو ہماری شرع کی
رُو سے جائز نہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت

سلیمانؑ کی شرع میں ایسا فعل جائز ہو۔
دوسرے یہ کہ ہماری شرع بھی مال
کا اتلاف بغیر کسی غرض صحیح کے منع ہے
اگر صحیح غرض موجود ہو تو یہ ہماری شرع
میں بھی جائز ہے جیسا کہ خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن برتنوں کو
اٹھانے کا حکم دیدیا جن میں تقسیم سے
پہلے ہی مال غنیمت سے حصہ لیکر کھانا
پکنے کے لئے رکھ دیا گیا تھا۔
اور شریعت میں اس کی بہت سی
مثالیں موجود ہیں۔ صحابہ کرام رضی نے
ذخیرہ شدہ کھانے کو جلایا تھا وہ بھی
اسی کی قسم سے تھا۔" (فتح القدیر
جزو رابع صفحہ ۴۱۹-۴۲۰)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:۔
"حضرت سلیمانؑ نے سُنا کہ سمندر
کے کنارے پر دریائی گھوڑے نکلتے ہیں۔
خاصی گھوڑیاں وہاں باندھ رکھیں وہ
اُن سے جفت ہوئے، بچے ہوئے تحفہ
ان کا قدم جیسے پیرنا۔ وہ طیار ہو کر
آئے دیکھنے میں بے خبر ہو گئے وظیفے
کا وقت جاتا رہا عصر کا سورج اوٹ
میں آ گیا پھر غصہ ہوئے ان گھوڑوں
کو پھر منگا کر کاٹ ڈالا۔ یہ اللہ کی محبت
کا جوش تھا۔ ان کی تعریف

فرمائی۔" (موضح القرآن صفحہ ۵۴۱
برحاشیہ قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی)
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما[تے ہیں]
"قرآن کریم میں اِنِّی اَحْبَبْتُ حُبَّ [الْخَیْرِ]
عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ہے۔ مفسرین نے کہا ہے [کہ]
دیکھتے ہوئے نماز کا وقت جاتا رہا۔ لیکن [اس کے]
یہ ہے کہ گھوڑوں کو مَیں نے خدا کی یاد [کی وجہ سے پسند کیا]
ہے یعنی جہاد کے لئے۔ اور یہی بات [ایک نبی کی]
شان ہے نہ وہ جو کہ مفسرین کہتے ہیں [...]
عَنْ کے معنی لغت میں "سبب" کے بھی [...]
قرآن کریم میں مَسَحَ کا لفظ ہے [...]
تھپکنے اور کاٹ ڈالنے دونوں کے ہوتے [ہیں]
چونکہ ایک غلطی کر چکے تھے انہوں نے کاٹ ڈا[لنے کے]
معنی کو تھپکنے کے معنی پر ترجیح دی اور آیت [کے]
معنی کر دیئے کہ گھوڑے واپس بلا کر اس غصہ [میں کہ]
اُن کے دیکھنے میں نماز جاتی رہی اُن کو کاٹ ڈا[لا]
حالانکہ یہ فعل ایک مجنون کا تو ہو سکتا ہے [...]
کے نبی کا نہیں ہو سکتا۔ حقیقتاً اس جگہ [یہ]
ذکر ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑے [...]
بلائے اور چونکہ اُن کو جہاد کے [لئے]
پالا تھا ان کی پیٹھوں پر ہاتھ مار کر [تھپکنے]
لگے اور پیار کرنے لگے کہ مَیں نے ایسے [اعلیٰ]
درجہ کے گھوڑے جہاد کے لئے تیار کئے
ہیں۔" (تفسیر صغیر صفحہ ۶۰...)

شعبہ تربیت خدام الاحمدیہ مرکزیہ

محمد اسلم شاد متعلم ایم۔ اے عربی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا عشق قرآن

آج سے چودہ سو سال پیشتر حضرت سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کے بارے میں یہ اعلان فرمایا "یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ" کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کو ایک بیٹا دیا جائیگا چنانچہ اس پسر موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بشارت دی گئی:۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔۔۔۔۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس پیشگوئی کے یہ الفاظ یعنی "تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہو" اور "وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا" اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس فرزندِ جلیل کے ذریعہ سے قرآن کریم کا مرتبہ ظاہر ہوگا اور اس پر قرآن کریم کے علوم کے دروازے کھولے جائیں گے اور وہ ظاہری اور باطنی علوم سے ایسا پُر کیا جائے گا کہ قرآن کریم کے حقائق اور معارف بیان کرنے میں دُنیا بھر میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

آؤ اب ہم اس فرزندِ ارجمند کی زندگی کا جائزہ لیں کہ وہ بشارت جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی تھی وہ کس طرح عظیم شان کے ساتھ من وعن پوری ہوئی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا عظیم الشان عشقِ قرآن عطا کیا گیا کہ آپ کے بچپن سے لیکر زندگی کے آخری لمحات تک وہ عشق ایسا نمایاں

نظر آتا ہے۔ گویا آپ کی زندگی کا مقصد ہی قرآن کریم
کی اشاعت اور اس کی عظمت ظاہر کرنا تھا۔ ذرا آپ
کے بچپن پر نگاہ ڈالیے کہ اس بابرکت وجود کے لئے کہ
جس کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنا
چاہتا ہے اور جسے ظاہری و باطنی علوم سے پُر کرتا ہے
بچپن سے ہی اسے قرآنی علوم کا ایسا عشق عطا کرتا
ہے کہ جس کی مثال ملنی ناممکن ہے۔

آپ کی عمر کوئی سترہ برس کی تھی اور آپ حضرت
مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے زیر اہتمام تعلیم
حاصل کرتے تھے کہ آپ پر ایک فرشتہ ظاہر ہوا جس
نے آپ کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی اور اس طرح آپ
پر علوم قرآنی کے انکشافات کا دروازہ کھولا گیا۔
اس لطیف خواب کی تفصیلات خود حضور رضؓ کے قلم سے یہ ہیں:-

"میں ابھی چھوٹا سا تھا کہ میں نے رؤیا میں
دیکھا کہ جیسے کوئی کٹورہ ہوتا ہے اس میں سے
ٹن کی آواز آتی ہے۔ پھر وہ آواز پھیلنی
شروع ہوئی، پھر مجسم ہوئی، پھر وہ ایک فریم
بن گئی، پھر اس میں ایک تصویر بنی، پھر وہ تصویر
متحرک ہوگئی اور اس میں سے ایک وجود نکل کر
میرے سامنے آیا اور اس نے کہا کہ میں خدا تعالیٰ
کا فرشتہ ہوں اور میں آپ کو سورۃ فاتحہ کی
تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا
سناؤ۔ اس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے
سنانی شروع کی۔ جب وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ
اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ پر پہنچا تو کہنے لگا آج
تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ اس آیت سے
آگے نہیں بڑھیں۔ کیا میں آپ کو آگے بھی
سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں۔ چنانچہ اس نے مجھے
اگلی آیات کی بھی تفسیر سکھائی۔ جب میری آنکھ
کھلی تو اس وقت فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں
میں سے کچھ باتیں مجھے یاد تھیں مگر میں نے ان کو
نوٹ نہ کیا۔ دوسرے دن حضرت خلیفہ اول رضؓ
سے میں نے اس رؤیا کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ
مجھے کچھ باتیں یاد تھیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ
کیا اور اب وہ سب میرے ذہن سے اُتر گئی ہیں۔
حضرت خلیفہ اول رضؓ پیار سے فرمانے لگے کہ آپ کا
تمام علم لے لیا کچھ یاد رکھتے تو ہمیں بھی سناتے۔
یہ رؤیا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا
تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل
اور دماغ میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ رکھ دیا
ہے چنانچہ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا کبھی کسی
موقعہ پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورۃ فاتحہ
پر غور کیا ہو یا اس کے متعلق مضمون بیان کیا ہو
تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سے نئے معارف اور
نئے سے نئے علوم مجھے عطا نہ فرمائے گئے ہوں۔"

(تاریخ احمدیت جلد پنجم ص۸)

یہ وہ آغاز تھا اور یہی وہ چشمہ تھا جو خدا تعالیٰ
کے اذن سے آپ کے سینہ میں پھوٹا اور پھر آپ نے کلام پاک
کے ایسے لطیف مضامین بیان فرمائے جو گزشتہ چودہ سو
سال میں کسی مفسر کے ذہن میں بھی نہ آئے تھے۔ اس کی وجہ

یہ بھی کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا عشقِ قرآن دیا گیا کہ آپ نے قرآن کریم کے سمندر سے اپنے ربانی باطنی علوم کے زور سے ایسے نایاب موتی دنیا کے سامنے پیش کئے کہ جن کی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ جب ہم آپ کی تفسیر کبیر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ایسی تفسیر سوائے ایک عاشقِ قرآن اور خدا تعالیٰ کے مقرب کے کوئی دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتا کیونکہ اس تفسیر میں جن حقائق و معارف سے آپ نے پردے اُٹھائے ہیں اُنہیں دیکھ کر قاری انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ آئیے ذرا تفسیر صغیر پر بھی نظر ڈالیں کہ کس طرح قرآنی علوم کو بامحاورہ ترجمہ کر کے عام فہم بنا دیا ہے اور اس سلیس ترجمہ کے ذریعہ آسانی سے تمام مضمون سمجھ آجاتا ہے۔ اس قسم کے ترجمہ کی بھی مثال چودہ سال میں نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ آپ نے قرآنی علوم کی اشاعت میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی بلکہ مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کروائے جن کی نظیر تلاش کرنا محال ہے۔ آپ نے انگریزی، جرمنی، روسی، پرتگالی، سواحیلی، اطالوی، ہسپانوی، ڈچ، انڈونیشین، فرانسیسی، اردو، ہندی، گورمکھی وغیرہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کروائے (جن میں سے بعض چھپ چکے ہیں اور بعض زیر طبع ہیں)۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو علوم خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے آپ نے تمام دنیا کو چیلنج دیا کہ آؤ میرے مقابل پر قرآن کریم کے معارف اور حقائق بیان کرنے میں میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ چنانچہ آپ نے سنہ ۱۹۲۵ء میں علماء دیوبند کو مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

"اگر حقائق و معارف سے وہ حقیقی معارف مراد ہیں جن سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے اور جن میں انسان کے اخلاق اور اعمال کی درستی اور اس کے تعلق باللہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ ذرائع بتائے گئے ہیں تو ان کے لکھنے میں ان مولویوں کو میں اپنے مقابل پر بلاتا ہوں۔ اگر وہ آئے تو دیکھیں گے کہ حضرت مرزا صاحب کے ایک ادنیٰ غلام کے مقابلہ میں ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ انکی قلمیں ٹوٹ جائیں گی، انکے دماغوں پر پردے پڑ جائینگے وہ کچھ نہیں لکھ سکیں گے۔ اگر ان میں ہمت و جرأت ہے تو مقابلہ پر آئیں۔" (الفضل ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء)

پھر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۸ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء کو لائلپور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل "مجھے بھی ایسے قرآن کریم کے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اس قرآن سے ہی اسکا جواب دونگا۔ میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآن میرے مقابل میں لکھو حالانکہ میں کوئی مامور نہیں۔ مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا ..... میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ نئے معارف بیان کروں گا۔" (تبلیغ حق صفحہ ۶۵)

پھر آپ نے سنہ ۱۹۴۴ء میں اپنے آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق قرار دینے کے بعد دہلی کے جلسۂ عام میں فرمایا:-

"میں جسے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کا مصداق

قرار دیا ہے تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلے میں قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں اور جتنے لوگوں سے اور جتنی تفسیروں سے چاہیں مدد لیں مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح حاصل ہوگی۔"

(الفضل ۲۳ اپریل ۱۹۴۲ء)

آپ نے فرمایا :-

"اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں بتایا کہ مجھے اسکی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا کیا گیا ہے۔ ... سو آج میں دعوے کیساتھ یہ اعلان کرتا ہوں بلکہ آج سے نہیں ۲۰-۲۵ سال سے میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ دنیا کا کوئی فلاسفر، دنیا کا کوئی پروفیسر، دنیا کا کوئی ایم اے خواہ وہ ولایت کا پاس شدہ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو۔ خواہ وہ فلسفہ کا ماہر ہو، خواہ وہ منطق کا ماہر ہو، خواہ وہ دنیا کے کسی علم کا ماہر ہو میرے سامنے اگر قرآن اور اسلام پر اعتراض کرے تو نہ صرف میں اسکے اعتراض کا جواب دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اسکا ناطقہ بند کر سکتا ہوں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جسکے متعلق خدا نے مجھ کو معلومات نہ بخشی ہوں۔" (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۶ء)

الغرض خدا کے اس فرزندِ جلیل نے تمام دنیا کو للکارا مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اِس شیر کے مقابلہ میں آئے۔ یہ وہی عشقِ قرآن کا نتیجہ تھا جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے خلیفہ مصلح موعودؓ کو عطا فرمایا تھا پس اس بات کا عالم شاہد ہے کہ آپ کے ذریعہ سے کلام اللہ کا مرتبہ عظیم الشان طور پر ظاہر ہوا اور آپ ظاہری اور باطنی علوم سے بھی پُر کئے گئے اور کسی کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

جب جماعت کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑی ...

عاشقِ قرآن نے میر محمود احمد صاحب[1] کو بلایا اور ...

ہو گی؟ انہوں نے ۱۸، ۲۰ سال کے قریب عمر بتائی ...

یہ عمر ایسی ہے جسمیں انسان اچھی سمجھ بوجھ حاصل کر لیتا ہے ...

لکڑی کا صندوق پڑا ہے اور اس میں میرے تفسیری نوٹ ...

یہ میرا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اسے کامل احتیاط کے ساتھ ...

لاہور لے جاؤ۔ دیکھنا اسکی خوب حفاظت کرنا کیونکہ ...

میں آئندہ ہزار سال کی تفسیر موجود ہے۔

سیدنا حضرت فضلِ عمرؓ جماعتی کاموں سے فارغ ہو ...

قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے۔ دن رات قرآن مجید ...

قرآن سے متعلق عربی، اُردو اور انگریزی میں ہزارہا کتب ...

مطالعہ فرمائیں۔ حضورؓ کی علالت کے آخری ایام میں آپکی ...

کیلئے ایک ڈاکٹر باہر سے آئے انہوں نے معائنہ کے بعد کہا ...

کم کر دیں اور حضورؓ کا قرآن مجید دیکھ کر بولے اسکا ایک ...

پڑھ لینا کافی ہے حضورؓ نے فرمایا یہ میری بیماری کا زمانہ ...

میں تو اس حالت میں بھی روزانہ ۱۲ پاروں کے قریب کی ...

کر لیتا ہوں۔ وہ یہ بات سُن کر حیران ہو گیا۔

حضورؓ نے سالہا سال تک رمضان شریف میں قرآن مجید ...

آخری تین سورتوں کا درس دیا ہے اور ہر بار ایک نیا مضمون ...

نئے حقائق و معارف بیان فرمائے ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ...

ہوتا ہے کہ حضورؓ قرآن مجید سے کیسا عشق رکھتے تھے ...

آپ کو عشقِ قرآن کی ایک دُھن لگی ہوئی تھی اور خدا تعالیٰ ...

آپ کے قلبِ مطہر پر اپنے انوار کی بارش برساتا تھا ✦

---

[1] مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر ✦

مکرم مبشر احمد صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی
قائد ضلع مجالس خدام الاحمدیہ پشاور

نشانِ موتِ لیکھرام کے اثرات

خداوند تعالیٰ اپنے پیاروں کی حقانیت ظاہر کرنے کی خاطر جو خارق عادت نشانات ظاہر کرتا ہے، ہم اُن نشانوں کو اور اُن کے اثرات کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ بعض نشانات اپنے اندر جمالی رنگ رکھتے ہیں اور بعض جلالی۔ جمالی نوعیت کے نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا حسن و جمال، رحم و محبت، شفقت و احسان اور فضل و کرم ظاہر ہوتا ہے اور ایسے نشانوں کے ظہور کی وجہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے خوشنودی کا اظہار اور اُن کے اعلیٰ اعمال پر اپنے پیار کا اقرار ہے۔ اس کے مقابل پر جلالی نوعیت کے نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا دبدبہ، رُعب، قہر، غضب اور بدکاروں کے لئے الٰہی ہیبت اور ہلاکت کا اظہار ہوتا ہے اور ایسے نشانوں کی وجہ کسی شخص یا قوم کی، انتہائی سرکشی، حد سے زیادہ ظلم، بدکاری اور بداعمالی ہوتی ہے جو اس شخص یا قوم کے لئے خدا کے پیاروں کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکھرام سے متعلق پیشگوئی اور پھر خارق عادت طریق سے اُس کے حرف بحرف پورا ہونے کو ایک جلالی نشان قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نشان کا باعث پنڈت لیکھرام پشاوری کی طرف سے انتہائی زیادہ سرکشی اور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنا، بدزبانی، جھوٹ اور بہتان سے کام لینا، اور خدا کی طرف سے جھوٹے الہامات بیان کرنا اور خدا کے سچے بندوں کو جھوٹا کہنا اور اُن کے مقابلہ پر میدان میں اُترنا اور پاک تعلیم کی مخالفت میں اپنا پورا زور صرف کرنا اور گندی تعلیم کو اس پر فوقیت دینا اور پھر بار بار بے شرمی سے مقابلہ کی دعوت دینا۔ غرض شرافت اور انسانیت کے تمام تقاضوں کو ایک ایک کر کے چھوڑنا تھا۔ پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کا نشان اسلئے ظہور میں آیا کہ لیکھرام انتہائی زیادتی کرنے والا، اسلام اور اسلام کے خدا کا منکر، قرآن اور وحیٔ الٰہی پر تمسخر کرنے والا اور رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گستاخی کرنے والا تھا۔ اسلئے اس نشان کی نوعیت جلالی ٹھہری۔ لیکھرام نے خدا کے غضب کو بھڑکایا۔ نیک دلوں کو دُکھایا اور قہرِ الٰہی کو خود پر وارد کیا۔ اسلئے اِس نشان کے تمام اثرات بھی اپنے اندر جلالی رنگ لئے ہوئے ہیں۔ اِس نشان کے ظہور پذیر ہونے کے بعد یعنی لیکھرام کے قتل کے واقعہ کے بعد لوگوں کے دلوں پر ایک ہیبت طاری ہوئی، ہزارہا سعید روحوں نے اپنی آنکھوں سے قہرِ الٰہی کا عظیم الشان نشان دیکھنے کے باعث ہدایت حاصل کی۔ مومنوں کے دل عظمتِ خدا کا نظارہ دیکھ کر خدا

کی طرف اَور زیادہ مائل ہوئے اور تمام مخالفین کی آنکھیں
پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور ان کی عقلیں ماری گئیں اور پُوری
جد وجہد کے باوجود وہ خداوندِ قہار کے جلال سے مرعوب
ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

کسی جلالی نشان کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ
ایک قیامتِ صغریٰ کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اُسکے
ظاہر ہونے سے اپنوں اور بیگانوں میں ایک تہلکہ مچ
جاتا ہے۔ اپنوں کے ایمان تازہ ہوتے ہیں اور غضب
الٰہی کا شکار ہونے والوں میں واویلا بپا ہوتا ہے
اور وہ چیختے ہیں، چلاتے ہیں اور اس دنیا میں رہتے
ہوئے بھی گویا اُن پر جہنم کے دروازے کھول دیئے
جاتے ہیں جس کی آگ میں وہ جلتے ہیں اور بھسم ہو جاتے
ہیں۔ اُن کے دلوں کو ایک کرب خیز شعلہ پکڑ تا ہے
اور ہزار ہا جتن کے باوجود وہ اُس آگ کو ٹھنڈا نہیں کر سکتے۔
پس لیکھرام کی موت کے جلالی نشان کے پورا ہوتے ہی
اپنوں میں اور غیروں میں ایک انقلاب آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ
علیہ السلام کے ماننے والوں کے گھروں میں گویا عید آئی۔
کیونکہ امامِ وقتؑ اور آپ کے آقا حضرت احمد مجتبےٰ
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک اور دین اسلام
کے خدا کی حقانیت کے ثبوت میں انہیں ایک چمکتی
ہوئی دلیل ملی اور حق کا آفتاب اُن پر ایک نئے
رنگ اور نئی تپش کے ساتھ خوشی کا نُور لایا۔ ایک
خطرناک دشمنِ اسلام کا خاتمہ ہوا کہ جس کی زبان اسلام
اور بانیٔ اسلامؐ اور غلامانِ اسلام کے خلاف چھُری
کی طرح تیز تھی اور قینچی کی طرح چلتی تھی اُس پر الٰہی خنجر
کا وار پڑا اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ...
وہ انتہائی کرب اور اذیت کی حالت ...
مخالفینِ اسلام اور مخالفینِ جماعت ...
ایک قیامت ٹوٹ پڑی۔ کیونکہ اُس د...
بڑا پہلوان اپنے غرور کی بلندیوں ...
نیچے گرا اور ایسا گرا کہ پھر کبھی نہ اُٹھ ...
ان کا "بہادر مسافر" خون میں نہلایا گیا ...
دعوے اس طرح رُوسیاہ ہوئے ...
آنکھوں کے آنسو اُن کے فریب اور ...
نہ دھو سکے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اس عظیم الشان ...
کے پورا ہونے کے لئے ہر دوست محوِ ...
اس کے پورا ہونے کے بعد ہر دشمن ہیبت ...
کانپ اُٹھا۔ سارا ملک۔ اور خصوصاً شہر ...
یہ واقعہ رونما ہوا گویا ایک طوفان میں گھر ...
اخبارات میں اس کا دیر تک چرچا رہا۔ موافقت ...
باتیں ہوئیں اور مخالفت میں قلمیں توڑ دی گئیں۔ ...
ہندوستان میں پھیلے ہوئے آریہ دھرم کے ...
اور پنڈت لیکھرام کے ہمدردوں اور ہم خیال ...
قاتل کا سراغ لگانے کے لئے اپنا ایڑی چوٹی کا ...
لگایا۔ جگہ بجگہ جاسوس پھیلا دیئے گئے۔ پرائیو...
مجالس قائم ہوئیں۔ چندے جمع کئے گئے۔ حکومت ...
اپیلیں کر کے حکومت سے پُوری مدد حاصل کی گ...
پولیس کی تمام مشینری تیزی سے سرگرم عمل ہوئی یہا...
کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس قتل کی ساز...

شریک ہونے کے شک کا برملا اظہار کیا گیا۔ آپ کے گھر کی قادیان میں پولیس نے باقاعدہ اور پوری جستجو سے تلاشی لی۔ خط وکتابت پر سنسر لگایا گیا۔ غرض قاتل اور سازشِ قتل کا پتہ لگانے کے لئے کوئی قابلِ عمل قدم ایسا نہ رہا جو اُٹھایا نہ گیا ہو مگر اس تمام تگ و دو میں تمام دشمنوں اور خصوصاً آریہ دھرم والوں کو ناکامی کا مُنہ دیکھنا نصیب ہُوا۔ یہ واقعہ ان سب کے لئے ایک ناقابلِ حل معمّہ بن کر رہ گیا اور الٰہی ہیبت اور جلال کا اثر دلوں پر چھا گیا۔

مخالفین نے اپنی مایوسی اور غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بے گناہ مسلمانوں پر ظلم توڑنے شروع کر دیئے اور خاص طور سے لاہور میں رہنے والے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ ہندوؤں نے مٹھائی میں زہر ملا کر کئی معصوم مسلمان بچّوں کو شہید کر دیا۔ اور ان ظالمانہ طریقوں سے اپنی ذلّت کا بدلہ لینا چاہا۔ مگر ان تمام کارروائیوں سے اُس جہنّم کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی کہ جس میں اُن کے دل گرفتار تھے۔

اس سے بڑھ کر ہندوؤں نے خصوصاً اور دیگر مخالفین نے عموماً اُس فتح نصیب جرنیل کو کہ جس کی بد دُعا کی تلوار سے لیکھرام خاک اور خون میں نہلایا گیا تھا، قتل کی دھمکیاں دینی شروع کیں مگر اس عظیم الشان اور باوقار مجاہدِ اسلام نے بڑھ کر ایک بار پھر سب کو للکارا اور بے خوف و خطر سب مخالفین پر اس طرح اتمامِ حجت کی کہ اگر کوئی کلیجہ والا بہادر ہے تو مردِ میدان بنے اور سامنے آئے اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھائے کہ وہ واقعی اِس بات پر گواہی دیتا ہے کہ آپ اِس قتل کی سازش میں ہیں پھر اگر ایسی قسم اُٹھانے والا شخص ایک سال کے اندر اندر انسانی طاقتوں اور منصوبوں سے بالاتر طریق سے ہلاک نہ کیا جائے تو پھر آپ قصوروار اور مجرم ہوں گے۔ جو چاہے سزا دی جائے۔ اِس اعلان کے سُننے کے بعد کوئی ماں کا لال سامنے نہ آیا۔ اِکّا دُکّا اگر کسی نے جسارت کرنے کی کوشش بھی کی تو جلد ہی حیلے بہانے کر کے اس میدان سے فرار حاصل کیا۔ آریہ سماج والوں کی طرف سے گنگا بشن اور مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد حسین بٹالوی نے شروع میں ایسی قسم کھانے پر آمادگی ظاہر کی مگر بعد میں خود ہی کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ کر میدان سے غائب ہو گئے۔

اور آج تک آریہ سماج والے الٰہی غضب کے اِس نشان کو یاد کرتے ہیں اور دیگر مخالفینِ جماعتِ احمدیّہ حیرت اور پریشانی کا اظہار کرتے ہیں اور اِس پُر از جلال نشان کے پُر ہیبت اثرات کو دیکھ دیکھ کر کانپتے ہیں ٭

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب بی۔اے

دین کا اونچا نام کریں گے

خُدّام واطفال کا ایک ترانہ

دین کا اونچا نام کریں گے — دین کی دعوت عام کریں گے

محنت سے ہر کام کریں گے — خدمت صبح و شام کریں گے
دین کا اونچا نام کریں گے

ہم ہیں سپاہی دینِ خدا کے — ڈرتے نہیں ہیں ہم تو کسی سے
ہر سُو بڑھتے ہی جائیں گے — بحر و بر کو رام کریں گے
دین کا اونچا نام کریں گے

درویشی ہو یا سُلطانی — پیری ہو یا وقتِ جوانی
ہم نے دل میں ہے یہ ٹھانی — ہر دم دین کا کام کریں گے
دین کا اونچا نام کریں گے

ادنےٰ ہو یا کوئی اعلےٰ — گورا ہو یا کوئی کالا
شرق و غرب میں رہنے والا — ہر دل کو ہم رام کریں گے
دین کا اونچا نام کریں گے

قرآں کو اِک ڈھال بنا کر — خُلقِ محمدؐ کو اپنا کر
دنیا کے اطراف میں جا کر — غالب ہم اسلام کریں گے
دین کا اونچا نام کریں گے

تشنہ کام ہے ابنِ آدم — آؤ بانٹیں آبِ زمزم
بستی بستی گھوم کے ہمدم — خدمتِ خاص و عام کریں گے
دین کا اونچا نام کریں گے

اِک شبیرؔ ہے یاں مستانہ — دینِ محمدؐ کا دیوانہ
جس نے سُنایا ہے یہ ترانہ — دین کی دعوت عام کریں گے
دین کا اونچا نام کریں گے

میر عبدالمجید - جامعہ احمدیہ

خالدؓ بن ولید ـــــ اسلام کا مایۂ ناز جرنیل

آپ کا نام خالد تھا باپ کا نام ولید، اور کنیت ابو سلیمان تھی۔ ۵۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے جو قریش کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ سے آپ کا نسب ساتویں پشت پر جا کر مل جاتا ہے۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کی ایک خالہ میمونہ بنت حارث امہات المومنین میں سے تھیں۔ آپ کے والد کا نام عبد شمس ولید تھا جو کہ بے شمار باغات کے مالک تھے۔ مال و دولت کی فراوانی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک سال وہ اکیلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے اور دوسرے سال تمام قریش مل کر۔ حج کے موسم میں وہ منیٰ کے مقام کے مقام پر تمام حاجیوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کے والد بے بہا مال و دولت کے مالک تھے اسلئے زمانۂ جاہلیت میں خالدؓ نے کوئی پیشہ اختیار نہ کیا البتہ اگر کوئی مشغلہ آپ کا تھا تو یہی کہ گھوڑے کی سواری اور گھوڑ دوڑ کے مقابلوں میں حصہ لینا۔ حضرت خالدؓ قدرت کی طرف سے جنگی دماغ لیکر آئے تھے۔ اس زمانہ میں نہ کوئی فوجی سکول تھا جہاں تربیت حاصل کرتے۔ آپ کی تربیت میدانِ عمل میں ہوئی۔ ایسی تربیت کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ شجاع، نڈر اور خطرات کو خاطر میں نہ لانے والے بن گئے۔

یہ صحیح ہے کہ آپ کی پرورش ایک ایسی قوم میں ہوئی جو شجاعت، قوت اور عزت و وجاہت میں اپنی مثال آپ تھی مگر آپکا فنونِ حرب میں ان سے بھی بڑھ جانا آپ کی ذاتی لیاقت پر دال ہے۔

آپ کا قبولِ اسلام

آپ شروع شروع میں اسلام کے شدید ترین مخالف تھے اور کفار اور مسلمانوں کے مابین ہونے والی جنگوں میں آپ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں۔ جنگ اُحد کے موقع پر جنگ کا پانسہ پلٹنے میں سب سے زیادہ حصہ انہی کا تھا۔ انہیں اسلام سے اس قدر نفرت تھی کہ صلح حدیبیہ کے اگلے سال جب معاہدے کے مطابق مسلمان عمرۃ القضاء کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہوئے تو خالدؓ مکہ سے باہر نکل گئے کیونکہ وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ ان کی نظروں کے سامنے مسلمان مکہ میں داخل ہوں ـــ مگر یہ حالت کب تک؟ خدا نے آپ کے اندر فطرتِ سلیم کا بیج بو رکھا تھا جو اندر ہی اندر پرورش پا رہا تھا ـــ آپ کے اندر فکر و تدبر کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی چنانچہ آپ غور و فکر کر ہی رہے تھے کہ ایک دن خواب میں دیکھا کہ "میں ایک ویران چٹیل اور تنگ جگہ میں ہوں لیکن خدا نے میری رہنمائی فرمائی اور میں وہاں سے نکل کر ایک فراخ اور سرسبز و شاداب میدان میں آگیا"۔ اسی دن سے

آپ نے مدینہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ "میں عثمان بن طلحہ سے ملا جو میرا دوست تھا اور کہا کہ ہماری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو بھٹ میں چھپی ہوئی ہو لیکن بھٹ میں اگر کثرت سے پانی ڈالا جائے تو اُسے وہاں سے نکلنا ہی پڑتا ہے ہمیں نظر آ رہا ہے کہ مسلمان غالب آجائیں گے کیوں نہ پہلے ہی اسلام قبول کر لیں"۔ عثمان بن طلحہ رضامند ہو گئے۔

چنانچہ عثمان بن طلحہ کے ساتھ آپ مدینہ کی جانب چل پڑے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے آنے کی خبر ملی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا "مسلمانو! مکہ نے اپنے جگر گوشے نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔" آپ صفر ۸ھ کو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

مجاہدانہ زندگی کا آغاز

یہاں سے آپ کی زندگی کا نیا باب شروع ہوتا ہے۔ گو شرک کی حالت میں اسلام سے شدید نفرت تھی لیکن عقیدے کی وہی پختگی جو اسلام سے شدید عداوت کا باعث تھی آگے چل کر اخلاص اور ان کارہائے نمایاں کا باعث بنی جو تاریخ کے صفحات میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ وہی خالد بن ولید جو مسلمانوں کے خلاف لڑا کرتے تھے فتح مکہ کے موقع پر کفار کے لئے پیغامِ موت بن کر آئے۔

سیف اللہ کا لقب

جنگ موتہ کے موقعہ پر جبکہ رومی لشکر ڈیڑھ لاکھ تھا اور مسلمانوں کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے لگ بھگ تھی اور حالت یہ تھی کہ مسلمان دشمن کے نرغے میں آچکے تھے اور بظاہر بچ نکلنے کی کوئی صورت نظر
حضرت خالدؓ نے قیادت سنبھالی اور اپنی
کار لاکر لشکر کو دشمن کے نرغے سے نکال
فرماتے ہیں کہ "اس جنگ میں میرے ہاتھ
اندازہ کیجئے جس کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں
شجاع، دلیر اور جنگی حربوں سے کس درجہ واقف
اسی موقع پر حضور نے انہیں "سیف اللہ" کا

جنگی صلاحیتیں اور جنگی خدمات

غزوۂ حنین
پر جبکہ اسلامی
منزل مقصود کی جانب جا ہی رہا تھا دشمن نے
سے نکل کر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور اس
حملہ کیا کہ ان کے اوسان بجا نہ رہے اور پیچھے
موقع پر خالدؓ بھی ان جلیل القدر صحابہ میں شامل
انہوں نے حضرت عباسؓ کی آواز سنی اور وہ
سکے تو تلواروں سے انہوں نے اونٹوں کی
ڈالیں اور لبیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے پیدل
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور
جوانمردی سے تلوار چلائی کہ دشمنوں کی صفیں کی صفیں
رکھ دیں۔ مسیلمہ کذاب کے فتنہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مٹا
بھی حضرت خالدؓ کے حصہ میں آیا۔ مسیلمہ کو واصل جہنم کر دیا
اس دن اس کے اکیس ہزار سپاہی کام آئے ۔۔۔ آپ
ہمیشہ چوکس رہتے اور دشمن کی نقل و حرکت پر کڑی نظر
رکھتے تھے چنانچہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ بے خبری کے عالم میں
کبھی دشمن نے کوئی نقصان پہنچایا ہو۔ جہاں بھی گئے فتح و ظفر
آپ کے ہمرکاب رہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب فتوحات

کی طرف توجہ دی تو آپ کی نظرِ انتخاب خالدؓ پر ہی پڑی اور انہیں سپہ سالار بنا کر قیادت سونپ دی۔

عراق کی فتوحات میں سے پہلی فتح آپ نے جنگ ذات السلاسل میں حاصل کی۔ اس میں آپ نے دشمن کو شکست فاش دی۔ ایک موقع پر جب حضرت خالدؓ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ اصرار کیا کہ انہیں فوراً معزول کر دیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "خالد سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے اب تم ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو۔ اللہ کی تلوار کو جسے اس نے کافروں پر مسلط کیا ہوا ہے میں میان میں ڈالنے والا کون ہوتا ہوں"۔ عراق میں جنگ مزار کے موقع پر حضرت خالدؓ شیر کی طرح میدان میں نکلے اور دعوتِ مبارزت دیکر تمام سرداروں کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ان کا لشکر سرداروں کی موت دیکھ کر بھاگ گیا اور جنگ کی جرأت نہ کر سکا۔ اسقدر مالِ غنیمت حاصل کیا کہ ایک ایک سوار کے حصہ میں تیس تیس ہزار درہم آئے۔

جنگ الیس کے موقع پر جبکہ دشمن میدان میں ڈیرہ ڈالے کمک کا انتظار کر رہا تھا اور ایک عظیم الشان جنگ ہونے والی تھی۔ آپ نے دور اندیشی سے کام لیا اور انکی قوت کو وہیں توڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دشمن کو گھیرے میں لیکر زبردست حملہ کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اس معرکے میں ستر ہزار عیسائی اور ایرانی قتل ہوئے۔ اس جنگ سے فارغ ہو کر آپ انتیشیا کی جانب بڑھے۔ وہاں کے باشندے اس خبر کو سنتے ہی بھاگ نکلے اور آپ فاتح کی حیثیت سے اسمیں داخل ہوئے۔ جب ان فتوحات اور خالدؓ کے عظیم الشان کارناموں کی خبر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہنچی تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ نے فرمایا "اے معشرِ قریش! تمہارے شیر نے ایک شیر پر حملہ کر دیا اور اسکے بھٹ میں گھس کر اسکو مغلوب کر لیا۔ عورتیں خالد جیسا بہادر پیدا کرنے سے عاجز ہیں"۔

درحقیقت خالدؓ ایسا شیر تھا جس کے گھوڑے کے پاؤں کی ٹاپیں سن کر دشمن کے دل دہل جاتے تھے اور انہیں اپنی شکست کا یقین ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دشمن دل جمعی سے کہیں بھی مقابلہ نہ کر سکا۔ آپ ایک ہی نظر میں دشمن کی حالت کو بھانپ لیتے تھے۔ چنانچہ جنگ انبار کے موقع پر جبکہ دشمن قلعہ بند ہو گیا آپ نے ساتھیوں سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جنگی اصولوں سے واقف نہیں ہیں۔ تم تاک تاک کر ان کی آنکھوں کو نشانہ بناؤ۔ چنانچہ ایک ہی دن میں ایک ہزار سپاہیوں کی آنکھیں بے کار کر دی گئیں۔ اس کے بعد پیش قدمی کی اور رستہ میں حائل شدہ خندق کو اونٹ ذبح کر کے اُن کی لاشوں سے بھر کر اپنا رستہ بنایا۔ آپ کا ایک ہی نظر میں تاڑ جانا کہ دشمن فنونِ حرب سے ناواقف ہے ظاہر کرتا ہے کہ آپ کس قدر جنگی مہارت رکھتے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ جنگ عین التمر میں دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار تھے کہ انہیں ایک اسلامی لشکر کے سپہ سالار کا خط ملا کہ دشمن نے ہمارا محاصرہ کر رکھا ہے فوراً مدد کے لئے آئیں۔ آپ نے جواباً لکھا "میں ابھی تمہارے پاس آتا ہوں۔ تمہارے پاس اونٹنیاں آنے والی ہیں جن پر کالے زہریلے ناگ سوار ہیں"۔

خراجِ تحسین

حضرت خالدؓ عراق میں ایک سال دو ماہ

تک رہے۔ اِس قلیل عرصہ میں آپ نے تقریباً پندرہ جنگیں لڑیں جن میں آپ کا مقابلہ عظیم الشان فوجوں سے ہوا مگر ہر جگہ کامیاب و کامران ہوئے۔ اب عراق میں ہر طرف اسلامی پرچم لہرا رہے تھے اور خالد فاتحِ عراق بن چکے تھے اور مزید احکامات کے منتظر تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ رومیوں کی طرف بھی اسی خدائی تلوار کو بھیجنا چاہتے تھے جس نے شاہانِ کسریٰ کے تخت کو ہلا ڈالا تھا۔ آپ نے حضرت خالدؓ کی طرف آپ کے کارناموں کو سراہتے ہوئے لکھا۔ "یہ خدا کا فضل ہے کہ تمہارے سامنے دشمن کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور تم مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے صاف بچا لاتے ہو۔ اے ابوسلیمان میں تمہیں تمہارے خلوص اور خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

فتح یرموک کا عظیم کارنامہ اور آپ کی جنگی مہارت

شام میں رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے ایسا لشکر تیار کیا جو اس سے قبل کسی نے نہ کیا تھا۔ وہ دراصل مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اگر اب شکست ہو گئی تو پھر ہمارے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ ہو گی ــــ جب حضرت ابوبکرؓ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا "مسلمانوں کی مدد کے لئے خالد جائیں گے۔ خدا کی قسم خالد بن ولید رومیوں کے دماغوں سے شیطانی وسوسہ نکال دیگا۔"

رومیوں سے مسلمانوں کی یہ جنگ جنگِ یرموک کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں رومیوں کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی اور مسلمانوں کی چھتیس ہزار۔ جب خالدؓ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر کے

پانچ حصے ہیں اور وہ الگ الگ اپنے سپہ سالار کے [illegible] ہیں تو آپ نے ان سب کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا اور کہا [illegible] وقت یہی ہے کہ منظم ہو کر ایک انگلی کے اشارہ پر [illegible] ورنہ ہمارے ہاتھ ناکامی کے سوا کچھ نہ آئیگا۔ چنانچہ [illegible] لشکر کے سپہ سالار ٹھہرے اور جنگ شروع کر دی [illegible] اس شدت سے حملہ کرتے کہ دشمن کی صفوں کی صفیں [illegible] رکھ دیتے۔ رومی شکست خوردہ ہو کر جب بھاگنے لگے [illegible] نہ پایا کیونکہ ان کے ایک طرف دریا تھا اور دوسری [illegible] واقوصہ کی گھاٹیاں، تیسری طرف سے مسلمانوں نے گھیر رکھا [illegible] اگر آپ ایسا نہ کرتے تو سوائے ناکامی کے کچھ بھی حاصل [illegible] مجبور ہو کر رومیوں نے واقوصہ کی گھاٹی کا رُخ کیا [illegible] نے میدان میں ثابت قدم رہنے کے لئے اپنے پاؤں میں [illegible] ڈال رکھی تھیں وہ دھڑا دھڑ گھاٹی سے گزرنے لگے۔ [illegible] گہرا ہو چکا تھا۔ بھاگنے والے کھڈ نہ دیکھ سکے اور پیچھے [illegible] والوں کو خبر نہ تھی کہ آگے والوں پر کیا گزر رہی ہے [illegible] اسی کھڈ میں گرتے جاتے۔ طبری کے بیان کے مطابق [illegible] میدانِ جنگ میں قتل ہونے والوں کے ایک لاکھ بیس [illegible] رومی واقوصہ کی گھاٹی کی نذر ہو گئے۔

اس جنگ کی فتح کا سہرا خالدؓ کے سر ہی رہا۔ [illegible] طریقہ کار جو لشکروں کو منظم کرنے کا خالدؓ نے آج سے [illegible] سال قبل یرموک کے میدان میں اختیار کیا تھا وہی طریقہ [illegible] اتحادیوں نے جرمنی کی پیش قدمی کے موقع پر دو سال کی [illegible] اور متعدد ناکامیاں [illegible] کرنے کے بعد جب اختیار کیا تو اس [illegible] نتیجہ میں کامیاب و کامران ہوئے۔ اس سے خالد کی فنون [illegible] میں مہارت اور واقفیت کا ثبوت ملتا ہے۔

خدائی نصرت پر یقین

آپ کو خدائی نصرت پر اس قدر بھروسہ تھا کہ فرمایا کرتے تھے "فتح و شکست کا دارومدار آدمیوں کی کثرت اور قوت پر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو فوجیں اللہ کی مدد کی بدولت زیادہ ہوتی ہیں اور بزدلی کی وجہ سے کم۔"

حضرت خالدؓ لڑائی میں بوڑھوں کی سی تجربہ کاری، جوانوں کی سی بہادری اور شیر کی سی جرأت دکھاتے۔

جب یرموک کی جنگ کا بازار گرم تھا تو رومیوں کے لشکر کا ایک سپہ سالار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام کے متعلق پوچھنے لگا۔ آپ نے ایسے اختصار اور اعلیٰ پیرائے میں اسے تبلیغ کی کہ وہ میدانِ جنگ میں ہی مسلمان ہو گیا۔ اس سے حضرت خالدؓ کی شخصیت اسلام کے مبلغ ہونے کی حیثیت سے سامنے آتی ہے۔ باوجود جنگوں میں مشغولیت کے دین میں گہری دلچسپی و واقفیت رکھتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ سے اٹھارہ حدیثیں بھی مروی ہیں۔

جذبۂ اطاعت

بہادر جرنیل کو اپنے کارناموں کے صلہ میں انعام و اکرام کی توقع ہوتی ہے مگر جنگ کے دوران جب خالدؓ کو امارت سے معزول ہونے کا حکم پہنچتا ہے تو آپ کے چہرہ پر ذرا بھی ملال کے آثار ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ ایسے موقع پر جبکہ طبائع بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہیں وہی خالدؓ جنہوں نے جزیرۂ عرب کے مرتدین کا قلع قمع کیا اور قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو متزلزل کر کے آئندہ کیلئے فتوحات کا راستہ صاف کیا اب معمولی سپاہی کی حیثیت سے لڑنے لگے اور وہی جوش و خروش دکھاتے رہے اور وفات تک یہی حال رہا۔

جذبۂ شہادت

آپ نے سنہ ۲۱ھ میں حمص میں وفات پائی۔ آپ نے سَو سے زیادہ جنگوں میں شرکت کی۔ میدانِ جنگ میں شہادت پانے کا نہایت شوق تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے وفات کے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

آپ کا بلند مقام

آپ کے مقام کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ آپ کے متعلق سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اس نے کفار اور منافقین پر کھینچا ہے۔"

سرورِ کائناتؐ سے سیف اللہ کا لقب پایا جانا کوئی کم فخر نہیں۔

جب حضرت عمرؓ نے آپ کی وفات کی خبر سُنی تو فرمایا:-

"خالد کے مرنے سے اسلام کی فصیل میں ایک ایسی دراڑ پڑ گئی ہے جو کبھی پُر نہ کی جا سکے گی۔ کاش اللہ ان کی عمر اور لمبی کر دیتا۔"

جب حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور بچنے کی امید نہ رہی اور عرض کیا گیا کہ آپ جانشین مقرر فرما دیں تو آپ نے فرمایا "اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو میں اُنہیں خلافت سونپ دیتا۔"

غرض خالدؓ خدا کی طرف سے اسلام کیلئے ایسی عطا تھی جو اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو نہیں ملی۔ آپ شیر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتے اور واپس نہ آتے جب تک فتح نصیب نہ ہو جاتی۔ دشمن آپ کا نام سُن کر تھر تھر کانپتے تھے حتیٰ کہ یہ مشہور ہو چکا تھا کہ "خالدؓ کے پاس جو تلوار ہے وہ محمدؐ کی عطا کردہ ہے جس کو خدا نے آسمان سے نازل کیا ہے۔"

اے خالد! تجھ پر خدا کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں کہ تُو نے اسلام کی خاطر بے شمار قربانیاں کیں اور اپنا تن من دھن قربان کر دیا۔

مکرم لطف الرحمٰن صاحب محمود

زبانِ اُردو کی اہمّیت!

درج ذیل مضمون محترم لطف الرحمٰن صاحب محمود ایم۔اے، ممبر کمیٹی آف کورسز برائے اُردو بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن پشاور، کے ایک مقالے "اُردو کا مستقبل اور جماعت احمدیہ" کا پہلا باب ہے۔ اس مقالے کے مندرجات بالاقساط "خالد" میں شائع کئے جائیں گے — (ایڈیٹر)

قومی زبان کی اہمّیت :-

موجودہ زمانے میں قومیں اپنی اقتصادی، صنعتی، تعلیمی، تجارتی اور دیگر مادی میدانوں میں ترقی اور بین الاقوامی وقار اور عزت کے لحاظ سے جانچی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آزاد اقوام اپنی انفرادیت کے اظہار کیلئے مخصوص قومی علامات پر بھی فخر کرتی ہیں۔ ان قومی علامات میں سے ایک اہم علامت "قومی زبان" بھی ہے۔ زندہ اور آزاد اقوام میں قومی زبان سے پیار اور اس کی ترقی کی آرزو اور اس کے احترام کو قائم کرنے کی تڑپ اب جذباتی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہی خواہش ہے جس نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے باشندوں کو اپنی "انگریزی" کو "امریکن انگلش" بنانے کی دُھن لگا دی۔ اسی آرزو نے انڈونیشیا کے کروڑوں عوام کو "انڈونیشی" زبان کو جنم دینے اور بعد ازاں ترقی دینے پر مجبور کر دیا۔

بعض لوگوں کی طرف سے یہ پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ پاکستان کی نہ کوئی قومی زبان ہے اور نہ [illegible] اور اسی طرح قومی ثقافت اور کلچر سے بھی [illegible] ہے۔ نہ ہی اس قوم کا کوئی نصب العین ہے اور [illegible] کہ اس قوم کا نظامِ تعلیم اور قومی پروگرام [illegible] نصب العین اور قومی رُوح سے محروم ایک [illegible] کی طرح ہے۔ اور —— یہ سارے اعتراضات [illegible] سے پیدا ہوئے ہیں کہ ابھی تک ہم میں آزادی اور قو[illegible] کا احساس اُس شدّت سے نمودار نہیں ہوا جو ہمارے [illegible] لحاظ سے آزاد قوموں کا امتیازی نشان ہوتا ہے۔ [illegible] یہ احساس ترقی کرتا جائے گا توں توں قومی انفرادیت [illegible] رُوح بیدار ہوتی جائے گی اور ان اعتراضات کی گرد [illegible] چھٹ جائے گی اور قوم کی انفرادیت کی ہر علامت [illegible] کا جائز مقام ملتا جائے گا!! انشاء اللہ تعالیٰ۔

زبان محض گفتگو اور بات چیت کا ایک ذ[illegible] نہیں، اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہے۔ زبان ایک [illegible] ہوتا ہے جس میں اُس قوم کی تہذیب و تمدن اور معاشر[illegible]

عکس نظر آتے ہیں۔ زبان کا سینہ قوم کی صدیوں کی روایات کا امانت دار ہوتا ہے۔ لوگوں کے جذبات و احساسات کی نبضیں اس زبان میں کانپتی، تھرتھراتی اور دھڑکتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں ــــ یہی حال ہماری قومی زبان "اُردو" کا بھی ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں پنجابی ــــ سندھی ــــ بلوچی ــــ مکرانی ــــ اور پشتو وغیرہ علاقائی زبانیں موجود ہیں۔ اور چھوٹے پیمانے پر ہمارے اِن خطوں کی تہذیب، معاشرت اور سوچ کے انداز اور علاقائی روایات کی حامل ہیں لیکن ان میں کسی میں بھی ایسی وسعت اور صلاحیت نہیں کہ وہ ہماری قومی زبان کے تقاضے پُورے کر سکے۔ یہ زبانیں اپنے علاقوں میں بند ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صدیاں گزرنے کے باوجود اپنے علاقائی حدود کی دیواریں عبور کر کے باہر نہیں نکل سکی۔ یہ شرف "اُردو" کو حاصل ہے کہ اسے پاکستان کے کونے کونے میں سمجھا اور بولا جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں بھی اسے سمجھنے اور بولنے والے بکثرت موجود ہیں۔ اور اگر مشرقی پاکستان کے بھائی "اردو بنگالی" کو سیاسی مسئلہ نہ بنا لیتے تو آج اس میں اُردو بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی۔ ہندوستان کے علاوہ اُردو عدن، سویز وغیرہ مقامات پر مشرق وسطی میں اور مشرق کی طرف برما اور ہانگ کانگ اور بعض دوسرے مقامات پر بھی سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ پھر احمدی مبلغین کی تبلیغی مساعی کے ساتھ ساتھ خاص طور پر افریقی ممالک میں اُردو زبان کے تعارف کا حلقہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اِس زاویۂ نظر سے اُردو میں بین الاقوامیت کے ابتدائی آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ اُردو ہمارے ثقافتی، معاشرتی، تہذیبی اور روحانی سرمائے کی امین ہے۔ ابتدائی اسلامی ثقافت نے اموی دَور سے گزر کر عباسیوں کے عہد میں عجمیوں، ترکوں اور دیگر ممالکِ مفتوحہ کی اقوام کی تہذیبوں کے ملاپ کے بعد جو شکل اختیار کی وہ اسلامی حکومتوں میں "اسلامی ثقافت" قرار پائی۔ اُردو اگرچہ ہزار بارہ سَو سال پُرانی زبان نہیں لیکن اِس کم عمری کے باوجود وہ اس کلچر اور ثقافت کی آئینہ دار ہے۔ اسلامی ہند میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ دَورِ حکومت اور خصوصاً آخری چار سَو سالوں کی تاریخ ہے۔ اس کا ادب ہماری معاشرت کی تصویروں کا مرقع ہے۔ ہماری پسندیں، ناپسندیں، ہمارے توہمات، ہمارے خوف، ہماری خوشیاں، اس میں الفاظ ترکیبوں، تلمیحوں اور محاوروں کی صورت میں موجود ہیں۔ صوفیانہ مثنویوں میں تصوّف کے نظریات موجود ہیں۔ اسی طرح پُرانے اور نئے تبلیغی لٹریچر میں اسلامی عقائد، اصول اور نظریات کی تائید میں خاصہ لٹریچر موجود ہے ــــ اُردو سے قطع تعلق کا مطلب ہے اس تمام قیمتی تہذیبی، ثقافتی اور رُوحانی سرمائے سے محرومی ــــ تیرہ سو سالہ تاریخ کے ثقافتی پہلو سے انقطاع ــــ فارسی اور عربی سے ربطِ نہاں کا خاتمہ ــــ اس زبان سے تعلق کی مضبوطی یا کمزوری کا اثر لازماً پڑیگا۔

اُردو کے ساتھ پاکستان کے تعلق کی جڑیں اس کے قیام کی غرض و غایت کی زمین میں پیوستہ ہیں۔ پاکستان

ایک نظریاتی ریاست ہے جسے اسلام اور اسلامی ثقافت
کے فروغ و استحکام کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اسلامی
تہذیب و ثقافت کا ماضی سے مضبوط تعلق قائم رکھنے
کے لئے اُردو کا زندہ رہنا اور فروغ پانا نہایت ضروری
امر ہے۔ اس روحانی اور تہذیبی قدر و قیمت کے علاوہ
اس کی اہمیت و افادیت کے کئی پہلو ہیں۔

بین الاقوامی زاویۂ نظر سے بھی اُردو کم اہمیت
کی مالک نہیں۔ یونیسکو کی رپورٹ کے مطابق اُردو کا
شمار دنیا کی چند بڑی زبانوں میں ہوتا ہے اور خاص طور
پر ایشیا کی بڑی زبانوں میں اسے نمایاں مقام حاصل
ہے۔ ایشیا کی زبانوں میں سے یہ ایک ایسی زبان ہے
جس میں زندگی، نمو اور بالیدگی کی صلاحیتیں اور استعدادیں
بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مزید برآں دو مشہور، زندہ اور
متموّل زبانوں —— عربی اور فارسی کے ساتھ اس کا
گہرا تعلق ہے۔ بلکہ ماں بیٹی کا تعلق ہے۔ اِن زبانوں کا
دودھ پی کر اُردو جوان ہوئی ہے۔

جہاں تک اس زبان کی صلاحیتوں کا تعلق ہے
وہ واضح ہیں۔ پڑھے لکھے محبِ وطن شہری اس کی
استعدادوں سے آگاہ ہیں۔ اُردو کی برتری کا دعوے
محض ایک کھوکھلا سیاسی یا جذباتی نعرہ نہیں، اس زبان
میں دفتری اور سرکاری زبان بننے کی ساری صلاحیتیں موجود
ہیں۔ انگریزوں کے اقتدار کے ابتدائی دور میں اُردو نے
اس حیثیت میں مفید کام کیا ہے۔ پھر ہندوستان کی ایک

بڑی ریاست حیدر آباد میں اُردو کو عثمانیہ یونیور[سٹی]
(سنہ اجرا سنہ ۱۹۱۸ء) میں تعلیمی زبان کا درجہ حاصل [ہے]
مجھے ایسے اصحاب سے نسبتِ تلمذ کا شرف حاصل [ہے]
جنہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی کے نظامِ تعلیم سے استفادہ [کیا]
ان لوگوں کو اپنے مضامین پر کامل ادراک اُردو کا رہین منت [ہے]
پھر گزشتہ سال کراچی یونیورسٹی میں ایک انتہائی نازک
سائنسی موضوع ——

"Bichemical estimation of the asid and Alkaline phosphates in the digestive systam of Desert locust"

پر جناب نعیم الحسن نقوی نے پی ایچ ڈی کے لئے نہایت کار[آمد]
مقالہ اردو میں لکھا ہے۔ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس
چانسلر کراچی یونیورسٹی، ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی ایف۔[آر]
ایس اور پروفیسر ایم۔ اے۔ ایچ قادری نے اس مقالہ
کی تعریف کرتے ہوئے اسے نہایت واضح اور مؤثر قرار
دیا ہے۔

غیر ملکی حکومت کے تابع رہنے کی وجہ سے یا کسی
نامعلوم نفسیاتی محرّک کے زیر اثر ہمارا قومی مزاج کچھ ایسا
خُو بُو کا حامل ہو چکا ہے کہ ہم غیر ملکی مدبر، عالم یا مستشرق کی
رائے کو کسی اپنی چیز کے متعلق زیادہ اہمیت دیتے ہیں
اگر اپنے اُردو کی افادیت کے بارے میں حقائق بیان
کریں تو ہم اتنے متاثر دکھائی نہیں دیتے لیکن اگر کوئی

غیر ملکی عالم یا مدبر یہی بات کہہ دے تو ہم فوراً ایمان لے آتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اُردو کو ایسے غیر ملکی ناقدین کی حوصلہ افزاء آراء کا سہارا بھی میسر ہے۔ اُردو کی صلاحیتوں اور استعدادوں کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور فرانسیسی عالم گارسان دی تاسی نے لکھا ہے کہ "اُردو کا متحدہ ہندوستان (برصغیر ہندو پاک) میں وہی مرتبہ ہے جو فرانسیسی کو یورپ میں حاصل ہے"۔ بیمز نے اپنی کتاب "INDIAN PHILOLOGY" میں اردو کی وسعت کا اعتراف کرتے ہوئے اس جاندار زبان کو "نہایت وسیع زبان" قرار دیا ہے۔ جارج کیمبل نے اپنی کتاب "INDIA AS IT MIGHT BE" میں اُردو کو "لنگوا فرینکا" قرار دیا ہے۔ اور اس فاضل مصنف نے اس زمانے میں اُردو کی خوبیوں کے پیشِ نظر اس امر کی سفارش کی تھی کہ اسے ہندوستان کے تمام سکولوں میں ذریعۂ تعلیم کے طور پر اختیار کیا جائے۔

بین الاقوامی، سیاسی، تہذیبی، ثقافتی اور تعلیمی اہمیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اِس وقت اکثر بڑے ممالک کے ریڈیو سٹیشن "اردو" کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے خاص پروگرام نشر کرتے ہیں۔ روس، وائس آف امریکہ، بی بی سی اور دیگر کئی سٹیشن خاص طور پر اس زبان کی اہمیت دے رہے ہیں۔ یہ اُردو کی صلاحیتوں اور استعدادوں کا ایک عالمگیر اعتراف ہے۔

اُردو اور قیامِ پاکستان

اُردو کی اہمیت کا ایک اَور اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس زبان کا اس مملکت کے قیام سے گہرا تعلق ہے۔ ادبِ اُردو اور تاریخِ پاکستان کے طلبہ خاص طور پر اس تاریخی حیثیت سے آگاہ ہیں کہ اٹھارھویں صدی کے وسط کے بعد سے ہی اُردو بھاشا یا اُردو ہندی کا مسئلہ ایک سیاسی گتھی کا رُوپ دھار چکا تھا۔ اگرچہ ہندو اور مسلمان دونوں اُردو بولتے اور لکھتے تھے لیکن ۱۸۶۷ء میں متعصب ہندوؤں نے ہندی زبان کو ہندوستان کی سرکاری زبان بنانے کے لئے خاص مہم شروع کر دی اور بھاشا کو ناگری رسم الخط میں لکھنے کا پرچار شروع کیا۔ سیاسی رہنماؤں نے ان کی تائید کی۔ مذہبی لیڈروں نے نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کی بلکہ اسے مذہبی رنگ دیدیا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے اُردو کی حق تلفی پر خاموش تماشائی بن کر بیٹھے رہنا پسند نہ کیا اور اُردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے لئے حفاظتی تدابیر اور کوششیں شروع کیں۔ اِس کشمکش نے جب شدید صورت اختیار کی تو سر سید احمد خان نے بھانپ لیا کہ ہندو برسرِ اقتدار آنے کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ جو اُردو کو محض اسلئے برداشت نہیں کرتے کہ اس کا تعلق فارسی اور عربی سے ہے اور اس کا رسم الخط ناگری کی بجائے نستعلیق ہے، وہ اسے اسلامی اور قرآنی رنگ و بُو کی حامل زبان قرار دیتے ہیں، وہ مسلمانوں اور ان کی ثقافت کے دوسرے مظاہر اور عناصر کو کیسے برداشت کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے دو قومی نظریے (TWO NATION THEORY) کا پرچار شروع کر دیا یعنی ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں جن کا آپس میں دائمی اتحاد و اشتراک ان اختلافات

کی موجودگی میں ممکن نہیں۔ ہندو اِس نظریے کے دشمن تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ وہ مسلمانوں کو اپنے ماتحت رکھ کر نیست و نابود کرنا چاہتے تھے —— یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندو مت اور ہندو تہذیب نے بیرونی مذاہب اور تمدنوں کو اپنے اندر جذب کر لیا یا انہیں ایسی شکل دیدی کہ وہ انجام کار ہندو مت یا ہندو تہذیب کا جزو بن گئے۔ لیکن اسلام اور اس کی ثقافت کو ہندو دھرم اور ہندو ثقافت اس طرح ہضم کر کے جزوِ بدن نہ بنا سکے۔ ہندو سمجھتے تھے کہ مسلمان الگ قوم کی شکل میں اور بھی سخت مزاحمت کریں گے چنانچہ انہوں نے مقدور بھر اِس نظریے کی مخالفت کی۔ اس دو قومی نظریے نے آگے چل کر "کانگرس" کے مقابلے پر "مسلم لیگ" کو جنم دیا۔ اور اس مسلم لیگ نے مسلمانانِ ہند کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔ جسے سُن کر ہندوؤں نے بڑے پیچ و تاب کھائے۔ بلکہ گاندھی جی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "بھارت ماتا کے دو ٹکڑے کرنے سے پہلے میرے دو ٹکڑے کر دو ——" لیکن انگریزی حکومت، ہندو سامراج اور کانگرس پرست مسلمان علماء اور اُن کے ہم خیالوں اور دیگر طالع آزما لیڈروں کی شدید اعلانیہ اور مخفی مزاحمت کے باوجود، بھارت دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا اور آزاد پاکستان معرضِ وجود میں آگیا!

بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق مرحوم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "پاکستان نہ قائداعظم نے بنایا نہ اقبال نے بلکہ پاکستان اُردو نے بنایا ہے"۔ بابائے اردو کا یہ جذباتی فقرہ ایک ایسا قطرہ ہے جس میں تاریخ کا سمندر موجزن ہے۔ اِس تاریخی فقرے میں برصغیر کی تاریخِ آزادی کا ابتدائی باب چھپا ہو[ا] دو قومی نظریے کا آغاز کس طرح اُردو ہندی کے [...] ہے اگر یہ مسئلہ نہ اُبھرتا اور ہندو مکاری سے کام [...] حقوق کی نگہداشت شروع کر دیتے اور غریب [...] چکنی چُپڑی باتوں میں آجاتا اور دو قومی نظریہ مسلمان[...] میں نہ اُبھرتا تو کیا حالت ہوتی؟ اسے کون تسلیم [...] کی زندگی میں ایک ایک لمحہ اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ مستقبل [...] صدی صدی کے برابر یا اُس سے بھی بڑھ کر ثابت ہو[...] عبدالحق صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے سر سید نے قصرِ پاکستان [...] اینٹ رکھی تھی —— یہ بجا ہے۔ ان کے ذہن میں [...] کا پس منظر تھا۔ سر سید نے یہ اینٹ رکھنے کے لئے بھارت [...] میں اردو کی کدال سے بنیاد کھود دی۔ دنیا کی ایک عظیم [...] کے قیام کا ابتدائی محرک —— "زبانِ اُردو" ہی [...] اس حقیقت کو کون نظر انداز کر سکتا ہے کہ تحریکِ آزادی [...] پاکستان کی جنگ عوام کے حلقوں میں مقبول بنانے کیلئے [...] اُردو ہی کو ذریعہ اظہار بنا کر لڑی گئی اور اس کے [...] کردار کو نظر انداز کرنا ایک بددیانتی ہوگی! (جاری)

(آئندہ اقساط میں ملاحظہ فرمائیے:۔ "اردو [...] بھارت میں حشر"۔ "اُردو پاکستان کی پناہ گاہ میں"۔ "[...] جماعت احمدیہ کی نظر میں"۔ "جدید اُردو نثر کے دورِ [...] مسیح موعودؑ کا عظیم الشان لٹریچر"۔ "اردو کے فروغ [...] جماعت احمدیہ کی خدمات"۔ "غیر ملکی احمدی مسلمان ا[ور] اردو"۔ "اردو کی ترقی کیلئے احمدی نوجوان کیا کر سکتے ہیں[...]

(ادارہ)

اقبال احمد نجم ناظم تربیت ربوہ

ذکر و فکر

محبوب کے لئے تڑپ اور وارفتگی ایک قدرتی امر ہے۔ جہاں شمعِ محبت فروزاں ہو عاشقِ صادق پروانے اپنی زبان میں گاتے، مستی میں جھومتے، گویا محبوب کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہوئے جمع ہو ہی جاتے ہیں اور بھڑکتے ہوئے مستقبل سے بے نیاز ہو کر آتشِ عشق کو دل میں دبائے سوزشِ محبت سے بے چین و بے قرار ہو کر اپنے معشوق اور اپنے محبوب پر فدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسی فنا ہوتی ہے جسکے بعد حقیقی بقا حاصل ہوتی ہے اور وہ زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں۔ یہی حال رُوحِ انسانی کا ہے کہ ہر وقت محبوبِ حقیقی و ازلی ابدی کے فراق کو محسوس کرتی اور اس کے لئے سوزش و اضطراب میں رہتی ہے اور بایں ہمہ انسانی جسم کے لئے لازم ٹھہرتا ہے کہ مثلِ پروانہ محبوبِ حقیقی کا متلاشی و جویا ہو جائے، مثلِ ملنگ اس کی خاطر تڑپے اور مجنوں وار اسکے گُن گاتا پھرے۔ بالآخر اس ذکرِ یارِ نہانی سے اسکے قلب و جگر گونا تسکین و اطمینان پاتے ہیں۔ عشق کی آگ محبت کے پانی سے (یعنی محبوب کی میٹھی گفتار سے) ایک طرح سے دبائی جاتی ہے اور دوسری طرف سے مزید بھڑکائی جاتی ہے۔ تا جسمِ فانی تباہ و برباد نہ ہو جائے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دیدار گر نہیں تو گفتار ہی سہی
حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

بالآخر ذکرِ محبوب کچھ اس طور سے ذہن و فکر پر مستولی ہو جاتا ہے کہ ہر سوچ کا رُخ اور ہر فکر کی انتہاء وہی یارِ ازلی، وہی دلبرِ یگانہ ہو جاتا ہے اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ خود اُس یارِ یگانہ نے رُوحِ انسانی کو اپنے حسنِ بے پایاں کی جھلک دکھا کر کچھ اس طرح سے فریفتہ و گرویدہ کر لیا ہے کہ اس کے سامنے ہر حسین کہلانے والے کا حُسن بے حقیقت سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ؎

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

جتنا جتنا بھی مقابلہ اس کے حسن و احسان کا کیا جائے اُس کی فوقیت ہی ثابت ہوتی چلی جاتی ہے اور فکرِ عاجز ہو کر اس یارِ ازلی و ابدی کا طواف کرنے لگ جاتا ہے، دل و جان اس کے ذکر سے معمور رہنے لگتے ہیں، محبوب کی یاد ایسا عطر بن جاتی ہے جس سے روحِ عاشق ہر وقت ممسوح و معطر رہتی ہے، جانِ عاشق مسحور و حیران اس حسن و جمال کے وصل کی متلاشی و سرگرداں رہتی ہے۔ آخر ہجر و فراق کے دلخراش لمحات آنِ واحد میں ختم کئے جاتے ہیں اور دیدارِ یار سے دلِ عاشق منوّر کیا جاتا ہے۔ کتنا سہانا ہے تصورِ ملاقاتِ حسن و جمال، کتنا دلکش ہوتا ہے ربِ غفور و رحیم کا لطف و احسان کہ تصور سے دل و جان رقص کناں ہو جاتے ہیں اور رُوح خدائے لم یزل کے آستانہ پر نثار ہو جاتی

ہے اور چاہتی ہے کہ ہزار جان سے تصدّق ہو جائے۔

اِس حقیقتِ حال کو خدا تعالیٰ نے اِس آیت کریمہ میں یُوں منکشف فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران آیت ۱۹۲) وہ عاشقِ صادق بندے جو خدا تعالیٰ کے عشق میں سوزاں و بریاں رہتے ہیں ان کا طریق یہ ہے کہ (چلتے پھرتے) اُٹھتے بیٹھتے اور پہلو بہ پہلو محبوب کی یاد میں کھوئے رہتے ہیں اور زمین و آسمان جو خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اُسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے تصوّر کو اپنے ذہنوں میں لاتے اور اِس تخلیقِ عالم کے مقصدِ عظیم کو سامنے لا کر صانع کی قدرتوں اور طاقتوں پر حیران ہوتے ہوئے اور اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ یہ سب کارخانۂ قدرت اس محبوبِ ازلی کو پانے اور اس کا دیدار کرانے کا ایک ذریعہ ہے اس کی حمد و ثنا بجا لاتے ہوئے پکار اُٹھتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ اے ہمارے پیارے رب تُو نے یہ سب کچھ بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ صحیح ذکر و فکر ہمیں اسی نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ درحقیقت تو پاک ہے ہمیں اپنے ساتھ ہی وابستہ رکھیو اور جدائی اور ہجر کی آگ کے عذاب سے ہمیں محفوظ رکھیو آمین

صحیح ذکر اُسی صحیح علم و معرفت کا نتیجہ ہوتا ہے جو عاشق کو اپنے معشوق کے آثار سے حاصل ہوتی ہے اور فکر ان آثار پر غور کرنے کے بعد محبوب کی ایک تصویر بنا لینے کا نام ہے جسے تعویذ کی طرح ہر وقت حرزِ جاں بنا[illegible] بن جاتی ہے اور اُسے ہر وقت سامنے رکھا [illegible] ہے اور خود دست با کار دل بایار کی تصویر بن [illegible] درحقیقت ذکر کی بنیاد علم و معرفت پر ہے اور [illegible] کی بنیاد صحیح اعتقاد و یقین پر ہے۔ جب یہ [illegible] رنگ میں استوار ہو جائے تو فکر کا عظیم الشان [illegible] دلفریب و دلکش تعمیر ہوتا ہے جس میں خدا تعالیٰ [illegible] جگمگ جگمگ کر رہا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا تعالیٰ [illegible] بڑھ کر عاشق اور فدائی تھے جو محبوب کے [illegible] تنگ ستائے گئے اور بے شمار تکالیف آپ [illegible] سلوک میں اُٹھائیں۔ آپؐ کا یہ حال تھا کہ ہر آن [illegible] محبوب کی یاد سے معمور اور آپؐ کا مقدس فکر محبوب [illegible] سے جلوہ گر رہتا تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے [illegible] خدا تعالیٰ کی تعریف، تسبیح و تحمید اور اس کی تقدیس [illegible] رہتی تھی پستی میں ہوتے یا بلندی پر چڑھتے، کسی کام [illegible] کرنے لگتے یا قریب الاختتام پر ہوتے، سونے [illegible] بیدار ہوتے، چاند دیکھتے یا اندھیری رات میں [illegible] بھرے آسمان کا نظارہ فرماتے، دشمن کے خلاف [illegible] ہوتے یا دوستوں کے درمیان جلوہ افروز، دُکھیوں [illegible] فرما رہے ہوتے یا متموّل و مستغنی افراد کو نصائح [illegible] یا تندرست، عنفوانِ شباب میں تھے یا ادھیڑ [illegible] وقت خدا تعالیٰ کے ذکر اور فکر کو سامنے رکھتے اور [illegible] اپنے پیارے اصحاب کو بھی فرماتے تھے۔ لا یزال لسا[illegible] رطباً من ذکر اللہ۔ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر [illegible]

برابر تر رہنی چاہیئے۔ پھر فرمایا خدا تعالیٰ کا ذکر کرنیوالے
اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی سی ہے۔
پھر فرمایا جنت صاف ستھرے اور کھُلے میدانوں کی صورت
میں ہے۔ خدا تعالیٰ کے ذکر کے کلمات اُن سپاٹ میدانوں
میں خوبصورت اور گھنے درختوں کی صورت میں متمثل ہوتے
ہیں۔ گویا بتانا ہے کہ اس کے لئے جنت بہت سایوں والی
ہو جو ذکرِ الٰہی میں کثرت اختیار کرے۔ حضرت مصلح موعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

ذکرِ خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا

جہاں عشق کی چنگاری بھڑک رہی ہو وہاں محبوب
کی یاد دن رات کا اوڑھنا بچھونا لازمی طور پر بن جاتی
ہے اور اُٹھتے بیٹھتے سوزشِ نہانی سے بے قرار ہو کر ذکر
حبیب ہی کیا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرے بھی
اسکے معشوق کا ہی ذکر کیا کریں۔ دنیادار لوگ دنیاوی
معشوقوں کا بے حجاب طور پر بڑھا چڑھا کر استعارے
اور تشبیہات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں حالانکہ حقیقی محبوب کا
جتنا بھی ذکر کیا جائے جیسی بھی تعریف کی جائے تسبیح و
تحمید کے آخری مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے
تو بھی اس کی تعریف ختم نہیں ہوتی۔ کتنی مسرت اور کتنا
سرور محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا محبوب ہر طرح سے بے مثال
اور یگانہ اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں ہے اذکرونی
اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون

یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو
اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی
تم کو نہ بھولوں گا۔ تمہارا خیال رکھونگا
اور میرا شکر کیا کرو اور میرے انعامات
کی قدر کیا کرو اور کفر (ناشکری) نہ
کیا کرو۔ اس آیت سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ ذکرِ الٰہی کے ترک اور اس
سے غفلت کا نام کفر ہے پس جو دم
غافل وہ دم کافر والی بات صاف
ہے۔ یہ پانچ وقت تو خدا تعالیٰ نے
بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں ورنہ
خدا کی یاد میں تو ہر وقت دل کو لگا رہنا
چاہیئے اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہ
رہنا چاہیئے۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے
ہر وقت اس کی یاد میں غرق رہنا بھی
ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اسی
سے انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا
ہے اور خدا تعالیٰ پر کسی طرح کی امید
اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۵۴)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نونہالانِ
جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں ؎

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ الا

بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ خوب اچھی طرح جان لو کہ ذکر الٰہی سے ہی پژمردہ دلوں کو تسکین و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ ہے بھی واضح حقیقت کہ محبوب کی یاد سے ہی ہجر و فراق کے زخموں پر تسکین و اطمینان کا پھایا رکھا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔" ایک عاشق صادق کی کامیابی یہی ہوتی ہے کہ اس کا محبوب اُسے مل جائے اور یہ ذکر الٰہی سے ہی ممکن ہے۔ پھر فرماتا ہے لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ محبوب کی یاد ایسی شے ہے کہ اولاد اور مال و دولت جیسی اشیاء کو اس میں روک نہیں بنانا چاہیئے۔

جب محبت سچی ہو اور محبوب کی یاد بے قرار رکھے تو وصل و ملاقات کی تڑپ سے راتوں کی نیند اور دنوں کا چین و قرار حرام ہو جاتا ہے اور فکر دامنگیر رہتا ہے کہ محبوب کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ جو کچھ محبوب چاہتا ہے اس کے مطابق ڈھل جائیں جیسا کہ فرماتا ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کرو اُس سے بہتر کس کا رنگ ہے۔ اس کے لئے محاسبۂ نفس کی ضرورت پیش آتی ہے جہاں محبوب کو سمجھنے اور پہچاننے کے لئے اس کی صنعت و مخلوق پر غور کرنے کی ضرورت ہے (جیسا کہ فرمایا اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ٥ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ٥ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

نُصِبَتْ ٥ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ... اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ٥ کیا وہ بادلوں کو نہیں ... وہ کس طرح پیدا کئے گئے ہیں اور آسمان کو نہیں ... طرح اونچا کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے ... گاڑے ہوئے ہیں اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح ... ہے پس تو ذکر کرتا جا کیونکہ تُو تو صرف ذکر کرنیوالا ... اپنے نفس کی اصلاح کی فکر بھی دامنگیر ہوتی ہے ... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عقلمند اور ... انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور ... کے متعلق متفکر رہے۔

حقیقت میں محبوب کا ذکر اور اسکی تڑپانے ... یاد اور وصل و ملاقات کی خواہش اس کیلئے فکر اور ... نتیجہ میں اپنی اصلاح اور اپنے محبوب کے حسن دلکش و دلفریب ... معرفت اور اس پر مزید اطلاع پانا ہی وہ طریق ہے ... جادۂ منزل تک رسائی ہو سکتی ہے اور مقصد حیات کا ... ممکن ہے ورنہ اسکے بغیر تو زندگی وہی حیوانوں والی ... ہے کہ سفلی خواہشات پوری کیں اور اجل کو لبیک ... خدا تعالیٰ اس قسم کی تلخ زندگی سے ہمیں محفوظ رکھے ... وہ زندگی دے جس میں محبوب کی محبت ہر آن فضا ... خوشبوئیں بکھیرتی ہو۔ ہر طرف محبت کی کلیاں چٹک ... آپس میں گلے مل رہی ہوں اور جہاں پھولوں کی دلفریبی ... ساتھ خار کی تلخیاں نہ ہوں۔ بہار کی سہانی ہواؤں کے ... سموم کی تباہ کاریاں نہ ہوں۔ پھیلتی ہوئی تمنائے وصل ... ساتھ حسرتوں اور ارمانوں کا ماتم نہ ہو بلکہ نغمۂ شادی ... سحر خیزی و بامرادی ہو۔ آمین +

از فلاح الدین صاحب عارف
میرپور خاص

آہ ناصر الدین مرحوم

۱۵ رمضان المبارک بمطابق ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۶۶ء بدھ کا دن ہمارے خاندان کے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہوا جس دن میرا چچازاد بھائی ناصر الدین اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم ڈاکٹر لعل الدین صاحب پنشنر آف سیالکوٹ کا پوتا اور ملک شجاع الدین صاحب اور سیر آف ہیڈ رسول گجرات کا بڑا فرزند تھا۔

مرحوم پیدائشی احمدی ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق، کم گو، نیک سیرت اور سادہ لوح انسان تھا فضول گوئی اور بے مقصد حرکات اس میں نام کو نہ تھیں۔ باوجود ہر چیز کی بہتات کے مرحوم بہت سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔

مرحوم مجھ سے عمر میں چند سال چھوٹا تھا اسلئے میں اس کو ناصر ہی کہہ کر پکارتا تھا اور وہ مجھے بھائی جان کہتا۔ اس کی اچانک وفات اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کیلئے بہت غم اور صدمہ کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

مرحوم ٹی۔ آئی کالج ربوہ کا طالبعلم تھا اور اسی سال فرسٹ ایئر میڈیکل گروپ میں داخل ہوا تھا۔ جیسے جیسے انسان جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے، ویسے ویسے طرح طرح کی خواہشات اور تمنائیں اسکے دل میں جنم لیتی ہیں۔ ایک احمدی طالب علم کی خواہشات اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہیں کہ وہ پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنے اور پھر اپنے بوڑھے ماں باپ کا سہارا بنے اور دین اسلام کی خدمت کر سکے۔ ناصر مرحوم بھی انہی نوجوانوں میں سے ایک تھا جسے دین سیکھنے اور سکھانے کا بڑا شوق تھا۔ اسی جذبہ کے تحت آج سے تقریباً دو سال قبل سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جب وہ نویں کا طالب علم تھا میرے پوچھنے پر اُس نے یہی جواب دیا کہ میں ڈاکٹر بنوں گا۔ رہا سوال دین کی خدمت کرنے کا تو اس کام کو میں اسی وقت سرانجام دے سکتا ہوں جب مجھے خود کو اپنے مذہب سے لگاؤ ہو اور اپنے مذہب کی معلومات حاصل ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ اپنی ان خواہشات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے میں میٹرک کے بعد ربوہ کالج میں داخلہ لوں گا تاکہ مجھے دین و دنیا دونوں ہی نصیب ہوں۔ خدا ایک نیک دل انسان کی خواہشات کو کبھی رد نہیں کرتا۔ اس کے فضل سے ہی ناصر نے باوجود سکول کا مناسب انتظام نہ ہونے کے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا اور ٹی۔ آئی کالج ربوہ میں فرسٹ ایئر میں داخل ہو گیا لیکن افسوس کہ خدا کی طرف سے بلاوا آنے پر مرحوم ماں باپ کو سوگوار چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔

ناصر جس کا نام ہی اس کے عملوں کی غمازی کرتا ہے اپنے والدین کا بہت ہی ہمدرد اور فرمانبردار واقع ہوا تھا اور ہر وہ کام جو اس کے والدین اُسے سونپ دیتے وہ بحسن وخوبی سرانجام دیتا۔ گھریلو کاموں میں اپنی امّی کا ہاتھ بٹانا اس کا شغل تھا۔ بعض دفعہ جب گھر میں باورچی غیر حاضر ہوتا تو وہ باورچی خانہ میں بھی اپنی والدہ کے پیش پیش ہوتا اور بغیر کسی شرم اور جھجک کے تمام کام خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچاتا اور ہر کام وُہ نہایت تندہی سے سرانجام دیتا۔ اپنے بہن بھائیوں سے محبت کرتا۔ عام طور پر دیکھا گیا تھا کہ باوجود بڑا ہونے کے بعض حالات میں چھوٹے اس کی کم گوئی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سبقت لے جاتے لیکن وہ ان کی ان حرکات کو کبھی محسوس نہ کرتا۔ رشتہ داروں سے بھی اس کا سلوک بہت اچھا ہوتا۔ ہر بڑے کی عزّت کرتا اور چھوٹے سے نرمی سے پیش آتا۔ تمام رشتہ دار اس کی نیکی کے معترف تھے۔ غرضیکہ اتنی چھوٹی عمر میں بھی وہ اپنی تمام ذمہ داریوں کو محسوس کرتا۔ ان واقعات کے پیشِ نظر مرتے دم تک ناصر صحیح معنوں میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں کا ناصر ثابت ہوُا۔

ناصر الدین نماز و روزہ کا بھی بڑی سختی سے پابند تھا اور مرتے دم تک بھی وہ خدا کے احکام کی پابندی کر رہا تھا۔ جس کے بدلہ میں خداوند تعالیٰ نے اسکو مرنے کے لئے بھی ماہ رمضان جو بڑی برکتوں کا مہینہ ہے عطا فرمایا۔

آخر ۲۸ر دسمبر کی صبح صادق نمودار ہوئی۔ ناصر نے روزہ رکھ کر نماز ادا کی۔ قرآن کی تلاوت کے بعد سوگیا۔

اور چند گھنٹوں کے بعد وہ گرم پانی ... محسوس ہونی شروع ہوئی اور بے ہوش ہو ... کہ اس کو ہوش آتا موت کا فرشتہ حکمِ الٰہی ... اور ناصر اپنے پیدا کرنے والے سے جاملا۔ ... سولہ سال کی عمر میں اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر ... حضور حاضر ہوگیا۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔

اپنی وفات سے چند روز قبل جب ... گھر آیا تو کہنے لگا میرا کالج میں دل نہیں لگتا ... مَیں چند دن گزارنے کے لئے گھر آگیا ہوں۔ ... علم ہوتا کہ یہ چند ایام اسکی پوری زندگی کی چند گھڑیاں ... جو پلک جھپکتے ہی بیت جائیں گی۔ جن کے بیت ... بعد ہمارا پیارا بھائی ناصر الدین جو آرزوؤں اور ... کی ایک مجسم تصویر تھا ہمیں داغِ مفارقت دے جائے ...

ناصر! تجھے معلوم ہے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ ... ہر ایک کو فنا ہے۔ اس دنیا میں کوئی بھی ہمیشہ کے لئے ... نہیں لگا سکتا بلکہ اگر ایک آتا ہے تو دوسرا جاتا ہے ... جدائی کے غم میں ہم سوگوار ضرور ہیں مگر اپنے ... رضا پر بھی راضی ہیں اور اس کے حکم کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ کے مطابق ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ... دنیا تو انسان کا عارضی ٹھکانہ ہے حقیقی ٹھکانہ تو انسان ... کو مرنے کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے۔ تُو خوش نصیب ... کہ تُو نے اپنے محبوب حقیقی کے پاس پہنچ کر اپنی ... منزل پالی۔ اور پھر ناصر! تُو مرا نہیں بلکہ زندہ ہے ... ہمیشہ زندہ رہنے والی تیری رُوح تیرا نام ہمارے ... دل و دماغ اور اس صفحہ ہستی سے مٹنے نہیں دے گی۔

بلکہ تیری یاد کو ہمیشہ قائم رکھنے کی خاطر ہماری پیشقدمی کرے گی۔

ناصر کے اچانک بچھڑ جانے سے جو اُسکے والدین پر گزری اس کا اندازہ تو وہی کر سکتے ہیں اور یا پھر وہ اہلِ قدر والدین جو اس بڑی آزمائش سے گزر چکے ہیں۔ تاہم رشتہ دار اور غیر بھی ناصر کی موت سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے بلکہ ہر وہ کان جس نے اس کی موت کی خبر سُنی اور ہر وہ آنکھ جس نے اس کو دیکھا رنج و الم میں ڈوب گئے۔ لوگوں نے دُور دُور سے آکر اس کی تعزیت کی اور اس کی مغفرت کے لئے دعائیں مانگیں اور آنسو بہائے۔

اے قادرِ مطلق خدا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے تجھے ان آنسوؤں کی قسم جو بہے اور ان غم سے بوجھل آنکھوں کا واسطہ جن سے یہ بہے یہ آنسو تیرے فضل کے طالب ہیں اور تجھ سے کچھ مانگ رہے ہیں تو ہمارے ناصر الدین کو اپنے فضل سے جنت الفردوس میں اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ جگہ دے اور اس کی خواہشات اور وہ آرزوئیں اور تمنائیں جو اس سے وابستہ تھیں ان کو کسی اور رنگ میں پورا کر دے اور اس کے والدین کو جن پر اس کی وفات گراں گزری ہے ان کو صبرِ جمیل عطا فرما اور وہ آزمائش جو تُو نے ان پر ڈالی ہے اس کو پورا کرنے کی ان کو توفیق دے اور اسکے تمام رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی یہ غم برداشت کرنے کی توفیق عطا فرما کہ ہم سب یکے بعد دیگرے تیری ہی طرف لَوٹنے والے ہیں۔ ٭

سیالکوٹ میں
عید ملاپ پارٹی

مجلس خدام الاحمدیہ شہر سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام مورخہ ۱۶ر جنوری بوقت چار بجے امیلیا ہوٹل میں عید ملاپ پارٹی کی تقریب منائی گئی جس میں ۲۵ غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت کی۔ اس تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے ممبران مجلس عاملہ کو خاص ہدایت دی گئی کہ ہر ممبر کم از کم ایک غیر از جماعت زیرِ اصلاح دوست کو اپنے ساتھ لائیں۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو کریم الدین صاحب زعیم حلقہ مسجد مبارک نے کی۔ تلاوت کے بعد مکرم محمد افضل صاحب کاہلوں قائد مجلس خدام الاحمدیہ شہر سیالکوٹ نے خدام الاحمدیہ کی تنظیم اور اسکے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ بعدہٗ محترم سید احمد علی صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نے جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض، عقائد اور بانی سلسلہ احمدیہ کے حالات پر ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر نہایت دلچسپی اور توجہ کے ساتھ سُنی گئی اور غیر از جماعت دوست اس سے بہت متاثر ہوئے۔ تقریر کے بعد سوالات کا موقعہ بھی دیا گیا اور بہت دلچسپی کا موجب ہوا۔ مدعوین حضرات کی چائے کیساتھ تواضع کی گئی۔

آخر میں مکرم و محترم سید محمد علی شاہ صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ سیالکوٹ نے دعا کرائی اور یہ بابرکت تقریب بخیر و خوبی ۷ بجے شام اختتام پذیر ہوئی۔

(فلاح الدین مہتمم مجلس خدام الاحمدیہ شہر سیالکوٹ)

نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

غیر مبایعین سے خطاب

گراں آپ پر گر نہ گزرے تو تم کو بتا دیں ذرا آج انصاف سے یہ
خدا سے نبی کا لقب پانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

جسے حضرتِ خاتم الانبیاء نے احادیث میں خود نبی ہی کہا ہے
وہ موعودِ اقوام کہلانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

فنا ہو کے عشقِ رسولِ خدا میں جو نورِ رسالت کا وارث بنا ہے
وہ نورِ رسالت کو پھیلانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

جو ایماں ہمارے دلوں سے نکل کر ثریا کے تاروں میں لٹکا ہوا تھا
اُس ایماں کو دنیا میں لوٹانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

مراحلِ الحاد و باطل کچل کر شبِ تیرہ نورِ سحر سے بدل کر
وہ پرچم صداقت کا لہرانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

وہ سالارِ اُمت مسیحِ محمدؐ وہ گنجینۂ رازہائے شریعت
وہ سب نیک و بد ہم کو سمجھانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

وہ جس کی دعاؤں کی برکت سے ہمدم ملا رہنما ہم کو فضلِ عمرؓ سا
وہ ذروں کو گوہر بنا جانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

وہ ظلِّ جمال و جلالِ محمدؐ بروزِ خصال و کمالِ محمدؐ
وہ راہِ ہدیٰ سب کو دکھلانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

وہ نوحِ زمانہ، براہیمِ اُمت، مجددِ اعظم، وہ آدمِ ثانی
وہ ہر قوم و ملت کے کام آنے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

بھنور میں پھنسی تھی جو کشتی ہماری ہمارے گناہوں کی شامت کی ماری
وہ کشتی کنارے لگا جانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

وہ اُمت کی بگڑی بنا جانے والا، وہ صدیوں کے مُردے جلا دینے والا
نئی ایک دنیا بسا جانے والا نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

خدا نے بھی جس کو نبی ہی پکارا
کلامِ خدا ہی تھا جس کا سہارا
وہ جبریل سے وحیِ حق پانے والا
نبی گر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

محمد صدیق امرتسری
ربوہ

معلومات

(از مکرم محمد عزیز گجراتی ربوہ)

کارخانۂ قدرت کا ایک شاہکار — شہد کی مکھی

شہد کی مکھی، کارخانۂ قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ننھی سی مخلوق کو پیدا کر کے انسانی دنیا کو نظم و باقاعدگی کا سبق سکھلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:-

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ
اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا
وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝
ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ
ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا
شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ
فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ
ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(نحل: ۶۸-۶۹)

یعنی تیرے رب نے شہد کی مکھی کو یہ پیغام بھیجا کہ پہاڑوں، درختوں اور بیلوں میں اپنا گھر بنا۔ تمام پھلوں سے شہد حاصل کر اور اپنے رب کے دیئے ہوئے دستور العمل کو باقاعدگی سے بناہ۔ ذرا دیکھو تو سہی کہ اس مکھی کے پیٹ سے ایک شربت نکلتا ہے جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔ اور جس میں امراض کے لئے شفا رکھی گئی ہے۔ مکھی کے ان اعمال میں ان لوگوں کے لئے اسباق موجود ہیں جو صحیفۂ فطرت میں تدبر سے کام لیتے ہیں۔"

یہ صحیفۂ کائنات قدرت کا ایک دیوان ہے جہاں ہر طرف رنگین، وجد آور اور حسین شعر بکھرے پڑے ہیں۔ حیرت ہے کہ انسان ان کے پاس سے متاثر ہوئے بغیر گزر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اشعار تو بحر و بر میں، دشت و جبل میں اور حسین ارض و سما میں بکھرے ہوئے ہیں ؎

خندۂ شبنم، بہارِ گل، فروغِ مہر و ماہ
واہ کیا اشعار ہیں دیوانِ فطرت کیلئے

شہد کی مکھی کا نظامِ کار بھی ایک مملکت سے کم نہیں۔ جس میں ایک ملکہ ہوتی ہے جو تمام نظام کو کنٹرول کرتی ہے۔ اس کے ماتحت سب مکھیاں بطورِ کارکنان کام کرتی ہیں۔

انڈے بھی صرف ملکہ مکھی ہی دیتی ہے۔ اس کے انڈوں کی دو اقسام ہیں (۱) ایک قسم وہ ہے جن سے شاہی خاندان معرضِ وجود میں آتا ہے۔ ان میں نر بھی ہوتے ہیں اور مادہ بھی۔ ان سے ہونے والے بچے شہزادوں کی طرح پروان چڑھتے ہیں۔

انڈوں کی دوسری قسم سے جو سفید و نیلگوں ہوتے ہیں کارکنان (مزدور) جنم لیتے ہیں۔ اگر کسی حادثہ سے ملکہ مرجائے اور چھتے میں کوئی شہزادی موجود نہ ہو تو مکھیاں کسی مزدور زادی کا ہی انتخاب کرکے ملکہ مقرر کر دیتی ہیں اور اسے تھوڑی بہت تربیت دے دیتی ہیں۔ ملکہ کا یہ کام بھی ہوتا ہے کہ وہ نگرانی کرے کہ آیا چھتہ میں ہر مکھی اپنے خانے میں شہد جمع کر رہی ہے یا نہیں۔ شاہی خاندان کی رہائش گاہ بھی علیحدہ ہوتی ہے۔ چھتے میں خانے دو قسم کے ہوتے ہیں، چھوٹے اور بڑے۔ بڑے خانے شاہی خاندان کے لئے مخصوص ہوتے ہیں اور چھوٹے خانوں میں کارکنان سکونت پذیر ہوتے ہیں۔

جب ملکہ کسی خانہ میں انڈہ دیتی ہے تو دایہ مکھی نہایت احتیاط سے اس کی تربیت کرتی ہے اور خانے پر ایک سفید غلاف چڑھا دیتی ہے۔ جب بچہ جوان ہو جاتا ہے تو غلاف اُتار لیتی ہے اور یہ باہر آ جاتا ہے۔ دایہ پہلے اسے چلنا پھرنا سکھاتی ہے اور پھر پھولوں تک اُڑا کر لے جاتی ہے اور واپس لاتی ہے اگر کسی انڈے سے شہزادی پیدا ہو جائے تو اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو اسے فوراً ڈنگ مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ملکہ بوڑھی ہو جائے اور ناکارہ ہو تو کسی شہزادی کو ملکہ بنا لیا جاتا ہے اور [illegible] ملکہ کو دھکے دیکر چھتے سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ [illegible] مکھیوں کی بدسلوکی کی وجہ سے ملکہ اس قدر پُرسوز [illegible] کرتی ہے کہ تمام مکھیاں خاموش اور بے حرکت ہو [illegible] ہیں۔ جوں ہی بَین ختم ہوتے ہیں تمام مکھیاں ملکہ کو [illegible] مار مار کر ختم کر دیتی ہیں اور ملکہ بڑی ذلت اور [illegible] سے جان دیتی ہے۔

بعض اوقات ایک فالتو شہزادی کو زن[illegible] رکھا جاتا ہے تاکہ نئے چھتے کی بنا ڈالی جائے۔

شہد کی تلاش :-

مکھی کا نچلا ہونٹ ذرا لمبا ہوتا ہے۔ لیکن [illegible] عام حالت میں وہ سمٹا رہتا ہے مگر پھول سے رس نکالتے وقت پھیل جاتا ہے تاکہ پھول کی جڑ سے رس سمیٹ سکے۔ اس رس کا کچھ حصّہ تو وہ پی جاتی ہے مگر کچھ حصہ غذائی نالی کے قریب تھیلی میں بھر لیتی ہے۔ جس میں کچھ کیمیائی عمل بھی ہوتا ہے۔ پھر اسے خانوں میں انڈیل دیتی ہے۔ پھولوں سے رس نکالتے وقت مکھی کے پاؤں وغیرہ کے ساتھ پھولوں سے کچھ ذرّاتِ منویہ (POLLON) چمٹ جاتے ہیں جو چھتہ میں پہنچ کر ان مکھیوں کی خوراک بنتے ہیں جو چھتہ میں ہی رہتی ہیں اور ان کے ساتھ تھیلی نہیں ہوتی۔

موم :- مگسِ شہد تازہ کونپلوں سے ایک قسم کا گوند نکال لاتی ہے اسے موم کے ساتھ ملا کر خانے تیار کرتی ہے۔ جگہ اور وقت کی بچت کے لئے مگس چھ

کونوں والے خانے بناتی ہیں جیسا کہ ذیل کی شکل سے ظاہر ہے:۔
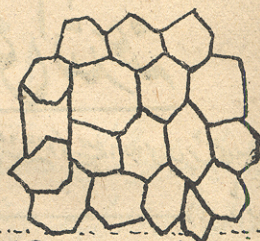
شہد کی اقسام:۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ شہد ایک ہی رنگ یعنی زرد رنگ کا ہی ہوتا ہے۔ مگر ماہرین کے خیال کے مطابق اس کی دو تین اَور بھی اقسام گاہے گاہے دیکھنے میں آتی ہیں۔ وہ تین اقسام سبز، سُرخ اور ہلکا گلابی شہد ہیں۔

مکس کی بناوٹ:۔

(۱) آنکھیں۔ مگس کی آنکھیں تعداد میں پانچ ہوتی ہیں۔ تین سر کی چوٹی پر اور دو سر کے دائیں بائیں۔ ان میں سے ہر آنکھ تقریباً ساڑھے تین ہزار چھوٹی چھوٹی آنکھوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ ہماری آنکھوں کی طرح حرکت نہیں کر سکتیں۔ یہ اسلئے کہ تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے گردش کئے بغیر ہر طرف بخوبی دیکھ سکتی ہیں۔ سر والی آنکھیں پرواز میں بھی مدد دیتی ہیں۔ کیونکہ مکھی پہلے سیدھی اُوپر کی طرف اُڑتی ہے۔ پھر ایک طرف خطِ مستقیم میں اُڑ جاتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک سائنس دان نے تجربہ کے طور پر چند مکھیوں کی اوپر والی آنکھوں پر رنگ چھڑک دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ مکھیوں کی اُوپر والی آنکھیں بے نور ہو گئیں اور وہ سیدھی اُوپر کی جانب اُڑ گئیں۔

(۲) ڈنگ۔ جب مکھی کسی جسم میں ڈنگ چبھو دیتی ہے تو ڈنگ اندر ہی رہ جاتا ہے اور مکھی اُڑ جاتی ہے مگر بعد میں مر جاتی ہے۔ شاید یہ آلۂ حفاظت سے محرومی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(۳) مگس کے پَر۔ مگس کے پَر تعداد میں چار ہوتے ہیں لیکن اُڑتے وقت پچھلے پر اگلے پروں کے ساتھ چند کُنڈیوں کے ذریعے پھنس کر ایک پَر کی مانند بن جاتے ہیں۔ ان پر ملائم سی پشم ہوتی ہے۔ تاکہ بارش کے قطرے اُوپر سے پھسل جائیں اور پَر بھیگنے نہ پائیں۔

پروں کے نیچے نالیوں میں ہوا بھری ہوتی ہے تاکہ پرواز کرتے وقت آسانی رہے۔

پروں سے مکھیاں ایک اَور بھی مفید کام لیتی ہیں کہ گرمیوں کے ایام میں جب شہد کے پگھل جانے کا خطرہ ہو تو یہ پروں سے ہوا دیتی رہتی ہیں تاکہ شہد ٹھنڈا رہے اور گرنے نہ پائے +

محترم سید عبدالہادی صاحب بہاری

یادِ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

مکرم حکیم عبدالہادی صاحب نے یہ نظم جلسہ سالانہ کے موقع پر مورخہ ۲۶ر جنوری ۱۹۶۷ء کو پہلے اجلاس میں پڑھی ——(ایڈیٹر)

آج کس کی یاد نے دل کو مرے گرما دیا
تھا سکوں جو قلب میں اک بار گی تڑپا دیا

عالَمِ طفلی سے ہی جو دین کا تھا پہلواں
جس کی قوت دیکھ کر مرعوب تھا سارا جہاں

جس کے دل میں نور کا دریا تھا ہر دم موجزن
بحرِ عرفاں میں ہمیشہ رہتا تھا جو غوطہ زن

جس کی غواصی نے دُرِّ بے بہا پیدا کیا
جس کی آب و تاب سے دُرِّ عدن شرمندہ تھا

قوتِ قدسی جس کی رنگ لائی یک بیک
ہر دلِ تاریک میں آنے لگی جس سے چمک

پرتوِ نورِ محمدؐ سے ہوا بدرِ منیر
حُسن اور اخلاق جو آپ تھا اپنا نظیر

پرچمِ توحید جس نے ہر طرف لہرا دیا
جس کے دل میں درد تھا ہر گھڑی اسلام کا

گفتگو میں جس کی تھی سارے جہاں کی چاشنی
زندگی بھر جس نے کی حکمِ خدا کی پیروی

عالَمِ طفلی میں بھی جو وعدہ واثق کیا
جس کو اپنی زندگی میں ہر طرح پورا کیا

(مکرم محمد عزیز گجراتی جامعہ احمدیہ ربوہ)

اخبارِ جہاں

(۱) برطانیہ کی ایک انجینئرنگ کمپنی نے ایک مشین "جنگل بسٹر سوائپ" نامی تیار کی ہے۔ اس مشین کو ٹریکٹر کے پیچھے چلایا جاتا ہے۔ یہ مشین گھاس سے لیکر معمولی جھاڑیوں اور دس سنٹی میٹر موٹائی تک ہر قسم کے درختوں کی پیداوار کو صاف کرنے کے کام آتی ہے۔ اسے مضبوط اور پائیدار اجزاء سے تیار کیا گیا ہے۔ گیئر سے چلنے والی تین زنجیروں پر اس کے کام کا انحصار ہوتا ہے۔ مختلف قسم کے درخت اور کانٹے دار جھاڑیاں کاٹتے وقت اس کی پانچ سکیلوں کو کام کرنے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ یہ مشین خاص طور سے ناہموار زمینوں میں کام کرنے میں بہت اچھی ثابت ہوئی ہے۔

(۲) ترکی میں ایک ایسا پلانٹ تیار کیا جا رہا ہے جس میں گاما ریڈیائی شعاعوں کے ذریعہ سے گندم کے کیڑے مکوڑے تلف کئے جائیں گے اور ان ضرر رساں کیڑوں کو جو ترکی میں عام طور پر پائے جاتے ہیں اور عام زہریلی ادویات کا ان پر اثر بھی کم ہوتا ہے ان کو ان شعاعوں کے ذریعے تلف کیا جائے گا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ کل دنیا کی گندم کا ۵ فیصدی حصہ کیڑے مکوڑے ضائع کر دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا پلانٹ کی تعمیر و ڈیزائن اس تحقیق کی بنیاد پر ہوئی ہے کہ اناج کے پروانے کو عملی طور پر متوازن اور برابر تابکار شعاعوں سے گزارا جا سکے گا۔ اس سے ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ جو دانے شعاعوں کے قریب ہوں گے اُن پر دُور والوں کی نسبت اثر کا کافی فرق ہو گا یعنی نزدیک والوں پر دُور والوں کی نسبت زیادہ اثر ہو گا۔ اس مشکل کا حل یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ایک خاص بلندی سے اناج کو کنکریٹ کے بنے ہوئے بڑے بڑے حلقوں میں گرایا جاتا ہے اور اس عمل کے دوران اناج کو تابکار شعاعیں دی جاتی ہیں۔ اناج گرنے کی رفتار اور شعاعوں کے فاصلے میں ایک نسبت برقرار رکھی جاتی ہے تاکہ اگر اُوپر سے اناج دُور سے گر رہا ہو تو اس کی رفتار ہلکی ہو اور جو قریب ہو وہ تیزی سے گرے۔ اس طرح عملی طور پر دونوں کو برابر شعاعیں حاصل ہوں۔

(۳) طبی سائنسدان ہر وقت ایسی مشینیں بنانے اور ان کی اصلاح و ترقی میں کوشاں رہتے ہیں جو انسان کے جسم کے بعض ایسے حصوں کی جگہ لے سکتی ہیں جنہیں بیماری سے صدمہ پہنچا ہو۔ مثال کے طور پر برطانیہ میں ایک مصنوعی کلائی تیار کی گئی ہے جسے استعمال کنندہ اپنی

مرضی سے حرکت دے سکتا ہے۔ اس میں طاقت ایک موٹر سے آتی ہے جسے استعمال کرنیوالا اپنی جیب میں رکھتا ہے مصنوعی بازو قدرتی بازو کے ٹُنڈ میں عضلات کے تابع بجلی کے سہارے کام کرتا ہے۔ اس طریقے سے مصنوعی ہاتھ کی گرفت پر حسب مرضی قابو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بُری طرح ضرر رسیدہ اعضاء کی جگہ دھات اور پلاسٹک کے بنے ہوئے اعضاء استعمال ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ انسان کے دل کے خاص والو کو بھی پلاسٹک کے والو سے بدلا جا سکتا ہے۔ بالکل اپاہج اور زندگی سے ناامید مریض بھی اس اپریشن سے صحت مند ہو جاتے ہیں۔ یہ سرجری کی اہم ترین کامیابی ہے۔

ایک اور مشین تیار کی گئی ہے جو دل اور پھیپھڑوں کی جگہ کام کرتی ہے۔ دل کے اپریشن کے دوران اس سے مصنوعی تنفس اور خون کی گردش کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ دل کی بجائے مشین میں لگا ہوا ایک پمپ انسان کے جسم میں خون جاری رکھتا ہے لیکن خون کی صفائی بھی ضروری ہے۔ اس کیلئے پھیپھڑوں کی جگہ مصنوعی پھیپھڑے کام دیتے ہیں اور خون میں آکسیجن شامل کرتے رہتے ہیں۔

(۴) گزشتہ ماہ امریکہ کے ایک مصنوعی سیارے نے چاند کی سطح پر ۲۸ میل کی دوری سے گزرتے ہوئے تصاویر کھینچیں تو سائنس دان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چاند پر طلوع ہوتے ہوئے سورج کی کرنیں چاند کی سطح پر بعض ایسی چیزوں پر پڑ رہی ہیں جو پہلی تصاویر میں دیکھی نہیں گئی تھیں۔ ان کے سائے طویل اور نوکدار تھے۔ جیسے مسجدوں اور گرجوں کے میناروں کے سائے ہوتے ہیں۔ چاند پر اب تک ایسا کوئی نشان نہیں دیکھا گیا جس کے سائے میں اتنی باریکی ہو۔ اس سے پہلے بلند پہاڑ اور عمیق گڑھے ضرور نظر آئے لیکن میناروں کے سائے بالکل نئی چیز ہیں۔ ان تصاویر کے تجزیے اور پیمائی سے پتہ چلا ہے کہ ان میناروں کی بلندی ۱۹ سے ۷۵ فٹ تک ہے۔ بہت سوچ بچار کے بعد ماہرین طبقات الارض اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ دراصل چٹانوں کے ڈھیر ہیں۔ ایک سائنس دان ڈاکٹر تھورکارل سٹڑوم کا خیال ہے کہ کسی زمانے میں کوئی بڑا شہابیہ آگرا اور اس سے جو پتھر وغیرہ اُڑے وہ اس طرح ڈھیروں کی شکل میں جمع ہو گئے۔ بعضوں کے خیال کے مطابق یہ اُن زلازل کا نتیجہ ہے جو آتش فشانی سے چاند پر آتے رہتے ہیں ✦ (باقی)

ضروری اطلّاع

مینجر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کیجئے۔ (مینجر خالد ربوہ)

خدام کو سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی ایک نصیحت

"تم اپنے رسالہ کی کوئی نہ کوئی حیثیت قائم کرو۔ یا تو اسے ایسا علمی رسالہ بنا دو کہ ہر خادم یہ سمجھے کہ اگر میں نے اس رسالہ کو نہ خریدا تو میں علم سے محروم رہونگا۔ اور یا پھر اس کو ایسی عالمگیر حیثیت دیدو کہ ہر خادم اسے اپنا رسالہ سمجھے کسی کے دل میں کوئی سوال پیدا ہو تو وہ اس رسالہ میں شائع کرائے۔ کوئی جواب لکھنا چاہے تو وہ شائع کرا دے کسی کو کوئی چٹکلہ اچھا معلوم ہو تو وہ شائع کرا دے یا کسی مخالف سے کوئی پُر لطف گفتگو ہوئی ہو تو وہ بھجوائے۔ اگر اور کچھ نہیں لکھ سکتا تو وہ مثلاً یہی لکھ دے کہ فلاں مولوی صاحب نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا مگر مجھے اس کا جواب نہیں آیا اگر دوستوں کو اس کا جواب معلوم ہو تو لکھیں اور رسالے والے سوال و جواب کا کالم کھول دیں جس میں ایسے سوالات اور ان کے جوابات درج ہوں اگر تم ایسا کرو تو رسالہ کھولتے ہی ہر خادم کو یوں محسوس ہو گا کہ گویا ایک فیملی کے مختلف افراد آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ جس طرح رات کو گھر کے افراد اکٹھے بیٹھتے ہیں تو خاوند کہتا ہے مجھے یہ یہ مشکلات پیش آئی تھیں، بیوی بتاتی ہے کہ اسکے ساتھ یہ یہ واقعات گزرے۔ لڑکیاں بتاتی ہیں کہ آج ہماری سہیلیوں سے یہ یہ گفتگو ہوئی۔ اسی طرح جب تم رسالہ کھولو تو تمہیں یُوں معلوم ہو کہ ایک خاندان کے افراد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ پچیس تیس سال کی عمر میں تم افضل میں لکھنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ اب مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں علمی شغف کم ہو گیا ہے۔ اس نقص کے ازالہ کے لئے تمام خدام کا یہ فرض قرار دیا جائے کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے۔ تاکہ جب سالانہ اجتماع ہو تو اس وقت ہر خادم کھڑا ہو کر بتا سکے کہ اُس نے اِس سال فلاں فلاں مضامین لکھے ہیں۔ اگر کسی کو اور کچھ نہیں آتا تو وہ اتنا ہی لکھ دے کہ مجھے سخت کھانسی ہے اگر کسی کو کوئی اچھا سا نسخہ معلوم ہو تو اطلاع دے۔ بہرحال ہر خادم کا فرض ہو گا کہ وہ آئندہ اپنے رسالہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھے اور جب سالانہ اجتماع ہو تو ہر خادم نے وہ رسالے اُٹھائے ہوئے ہوں چاہے اُن میں اس نے اتنا ہی لکھا ہو کہ مَیں مہاجر ہوں، میرا بھائی نہیں ملتا، اگر کسی کو اُس کا پتہ ہو تو بتائیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بس

اگر تم نے خالد جاری کیا ہے تو تم اس کی خریداری بڑھاؤ اور دوسرے ہر نوجوان کا یہ فرض قرار دو کہ وہ اس میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھے۔ اور اگر کوئی خادم سال بھر میں کچھ بھی نہ لکھے تو اس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ اس نے اپنے فرض کو ادا نہیں کیا۔"

حضرت مصلح موعود رضؓ

یہ نظم گزشتہ "یوم مصلح موعود" کے جلسہ میں ربوہ میں پڑھی گئی۔

جناب نسیم سیفی

نشانِ رحمتِ باری تھے مصلح مو
خدا کے دین پہ واری تھے مصلح مو

ہر ایک رنگ میں ادیانِ باطلہ ک
بس ایک ضربتِ کاری تھے مصلح مو

نکھار دی ہے گلستانِ احمدی کی
چمن میں بادِ بہاری تھے مصلح مو

دلوں میں اپنے محبّوں کے جاگزیں، لیک
عدو کے ذہن پہ طاری تھے مصلح موعو

مسیح و مہدیٔ دوراں کے حسن کا نقش
نزولِ رحمتِ باری تھے مصلح موعود

زمیں پہ جیسے اُتر آئے صاحبِ افلاک
سمجھ سکا ہے یہی کچھ نسیم کا ادراک

نئی کتابیں

"فاروق" ۔ سوونیئر ۲ (مجلس خدام الاحمدیہ لاہور)

ضخامت —— ۱۲۰ صفحات ۔ قیمت ۔/۲ روپے

دس سال سے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی ایک دیدہ زیب مصوّر یادگاری مجلہ باقاعدگی سے ہر سال شائع کر رہی ہے مقامِ مسرت ہے کہ گزشتہ دو سال سے مجلس لاہور نے بھی اس مؤثر تبلیغی مہم میں حصہ لینے کے لئے انہی خطوط پر اپنا سالانہ جریدہ —— "فاروق" شائع کرنا شروع کیا ہے ۔ فاروق کا دوسرا شمارہ (سنہ ۱۹۶۶ء) زیرِ نظر ہے جریدہ ایمان افروز پیغامات، متعدد ٹھوس مضامین، مؤثر منظومات اور بعض عمدہ اور نادر تصاویر پر مشتمل ہے ۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے اقتباسات بڑی محنت اور خوبی سے جابجا دیئے گئے ہیں ۔ تصاویر کے انتخاب اور پیشکش میں اچھوتا پن پایا جاتا ہے ۔ ممالکِ بیرون میں جماعتِ احمدیہ کی اشاعتِ اسلام کی مساعی کا ایک خوشگوار عکس تصاویر کے ذریعے قاری کے ذہن پر پڑتا ہے ۔ ممالکِ بیرون میں مساجد، وقفِ جدید کے ذریعے اندرونِ ملک اصلاحی پروگرام اور فرقان بٹالین کے بارے میں معلوماتی مضامین شریکِ اشاعت ہیں ۔ آزادیٔ کشمیر کے بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ قیادت جماعت احمدیہ کی اخلاقی، مالی، قانونی امداد اور نشر و اشاعت کے لحاظ سے بھرپور جدّ وجہد کا ایک مختصر مگر ٹھوس جائزہ دستاویزی ثبوت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔ آخر میں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی گزشتہ سال کی کارگزاری کا خلاصہ اور اعداد و شمار دیئے گئے ہیں ۔ مجلہ معنوی اور صوری ہر دو لحاظ سے تحسین و آفرین کا حقدار ہے اور اس مؤثر، دلکش اور ٹھوس تبلیغی پیشکش پر مجلس لاہور مبارکباد کی مستحق ہے ۔

کاغذ اچھا ہے اور کتابت و طباعت بہتر کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں جو خوبیوں کی کثرت کے درمیان ذوقِ لطیف پر گراں گزرتی ہیں ۔ توقع ہے کہ نقشِ ثالث اور بھی زیادہ بہتر ہو گا ۔ ؎

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

ملنے کا پتہ گرین لینڈ بک سنٹر گولبازار ربوہ ۔

"برہانِ ہدایت"

مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر نے برہانِ ہدایت کے نام سے مفید مجموعہ شائع فرمایا ہے ۔ پونے چار صد صفحات کی اس کتاب میں مؤلف نے بہت سے بزرگوں اور اصحاب کے واقعات جمع کر دیئے ہیں جو انہیں دورانِ تبلیغ پیش آئے ۔ مجموعی طور پر یہ کتاب قابلِ دید ہے

اور احمدی نوجوانوں کو بالخصوص اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

کاغذ اعلیٰ، ٹائیٹل خوشنما قیمت پانچ روپے

ملنے کا پتہ۔ رحمانیہ منزل بلاک جی ڈیرہ غازیخاں (۲) گرین لینڈ بک سنٹر گولبازار ربوہ۔

Regd. No. L. 5830

MONTHLY **KHALID** RABWAH

FEBRUARY, 1967

ورزش کے زینے

محترم صاحبزادہ
مرزا طاہر احمد صاحب
صدر مجلس خدام الاحمدیہ
مرکزیہ

۔اس کتاب میں صحت جسمانی
کو بر قرار رکھنے کیلئے
انتہائی مفید اور دلچسپ
مشقیں درج کی گئی ہیں ۔

۔ ہر جسمانی ورزش کی تصاویر
بھی دی گئی ہیں تا کہ
ورزش کرنیوالے کو
سمجھنے میں آسانی رہے

۔اردو زبان میں اپنی نوعیت
کی بالکل پہلی کتاب ہے ۔
آج ہی ایک روپیہ بھیج کر
یہ کتاب منگوا لیجئے ۔

شائع کردہ **شعبہ صحت جسمانی** مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا